URDU Gif Format

دن متعین کرنے اور فاتحہ کے عمدہ ہونے پر عطر بیز حجت

الحجة الفائحة لطيب التعيين والفاتحة

۱۳۰۷ھ

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

رسالہ

الحُجّۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحۃ

۱۳۰۷ھ

(دن متعیّن کرنے اور فاتحہ کے عمدہ ہونے پر عطر بیز حجّت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۸۳: سوم و دہم و چہلم و ششماہی و سالیانہ کہ دریں دیار ہند مروّج ست، و را بعض علماء بدعت شنیعہ مکروہ گویند و اقوال چند بر درستی او ست و طعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند و ہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آں را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث فاتحہ مردار و حرام دانستہ گویند ایں طریقہ در زمانہ نبوی و اصحاب کبار مصطفوی و تابعین و اتباع تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام شیرینی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس

تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہی، برسی جو دیارِ ہند میں رائج ہے اسے بعض علماء مکروہ بدعتِ شنیعہ کہتے ہیں، اور کچھ کے اقوال یہ ہیں کہ وُہ درست ہے۔ اور کسی موت کے بعد ثواب کی نیت سے جو کھانا پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دیتے ہیں اس کو غیر مقلد ظاہری علماء فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہیں، وُہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ان کے بزرگ صحابہ، تابعین اور اتباعِ تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے زمانے میں

درین مسئلہ ہرچہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمایند بسند کتاب۔ بیّنوا توجروا

نہ تھا۔ بلکہ بزرگانِ دین کی نیاز کے لیے جو کھانا اور شیرینی ہے وہ مردار کی طرح ہے ــــ تو اس مسئلہ میں جو واجب العمل حکم شرعی ہو کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔ بیان کریں اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

قولِ فیصل وسخنِ مجمل درین باب آنست کہ ایصالِ ثواب وہدیۂ اجر باموات مسلمین باجماع کافہ اہلسنت وجماعت امریست مرغوب ودرشرع مندوب۔ احادیث بسیار از حضور سیّد الابرار علیہ افضل الصلوٰۃ من ملک الجبّار ودرترغیب وتصویب ایں کار وارد شدہ امام علامہ محقق علی الاطلاق درفتح القدیر وامام علامہ فخر الدین زیلعی درنصب الرایہ وامام علامہ جلال الدین سیوطی درشرح الصدور وفاضل علامہ علی قاری درمسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی ازانہا پرداختہ اند وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مطلق مبتدعان زمانہ راکہ خون پنہان معتزلیت بجوش آمدہ است درپردہ تخصیص نیابت وتخصیص وکالت ابدائے ثواب را انکار کنندہ وپیش خویش اجماع قطعی اہلسنت را برہم زنند باز بشہادت احادیث کثیرہ وجزم وتصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ وبدنیہ ہردو را عام ہمیں ست مذہب ائمہ حنفیہ وبریں اند بسیارے از محققین شافعیہ وعلیہ الجمہور وھو الصحیح الرجیح المنصوص باز اجماع ایں ہردو کہ ہم قرآن خوانند وہم تصدق کنند وثواب ہر دو بمسلمانان رسانند نیست مگر

اس باب میں قولِ فیصل اور اجمالی کلام یہ ہے کہ مسلمان مُردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے جس پر تمام اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے ــــ اس عمل کو درست قرار دینے اور اس کی رغبت دلانے سے متعلق حضور سیدِ ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں ــــ جن میں سے کچھ احادیث امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں، امام علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں، فاضل علامہ علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں بیان فرمائی ہیں ــــ اس عمل کا انکار وہی کرے گا جو بے وقوف جاہل یا گمراہ صاحبِ باطل ہو ــــ اس زمانہ کے بدمذہبوں میں معتزلیت کا چھپا ہوا خون جوش میں آگیا ہے معتزلہ کی نیابت اور خصوصی وکالت کے پردے میں ایصالِ ثواب کے منکر ہیں اور خود اہلسنت کے اجماعِ قطعی کے مخالف ہیں۔ پھر احادیثِ کثیرہ کی شہادت اور جمہور ائمہ کے جزم اور تصحیح سے ثابت ہے کہ ثواب پہنچنا قربتِ مالی سے خاص نہیں بلکہ مالی وبدنی دونوں کو عام ہے ــــ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے اور اسی پر بہت سے محققین شافعیہ بھی ہیں اور اسی پر جمہور ہیں

جمع حسن باحسن ومندوب بامندوب وزنہار
یکے بادیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف
فی الصلوٰۃ نہ شرع بانکار ایں جمع وارد شد
کقراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود
پس اورا محذور گفتن از دائرۂ عقل بیرون رفتن
ست ۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی
در احیاء العلوم فرماید اذا لم یحرم الآحاد
فمن این یحرم المجموع[1] وہم در انست
ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان
ذلک المجموع مباحا[2] تمام تحصیل ایں اصل
انیق امام المدققین ختام المحققین حضرت والد قدس
سرہ الماجد در کتاب مستطاب اصول الرشاد
لقمع مبانی الفساد ارشاد فرمودہ اند و ایں
معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ من
شاء فلیتشرف بمطالعتہ وخود معلم اول
طائفۂ مانعین مولوی اسمٰعیل دہلوی را خوبی ایں اجتماع
قرآن وطعام مقبول ومسلم است وصراط مستقیم
چناں راہ اعتراف وتسلیم پوید، "ہرگاہ ایصال نفع
بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر
میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ و
اخلاص بہترین ثوابہا ست[3] آہ وشک نیست کہ
طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب ست

اور یہی صحیح، راجح اور نصرت یافتہ مسلک ہے۔ پھر
بدنی ومالی دونوں کو جمع کرنا اس طرح کہ قرآن بھی پڑھیں،
صدقہ بھی کریں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچائیں،
یہ حسن کو حسن اور مندوب کو مندوب کے ساتھ یکجا
کرنا ہی تو ہے، ہرگز ان دونوں میں کوئی منافات
نہیں، جیسے نماز کے اندر مصحف دیکھ کر تلاوت کرنے
میں ہے، نہ ہی شریعت میں اس جمع سے منع وارد
ہے جیسے رکوع وسجود میں قراءتِ قرآن سے متعلق ہے،
پھر اس کو ممنوع ٹھہرانا عقل کے دائرے سے قدم
باہر لانا ہے ــــ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ
احیاء العلوم میں فرماتے ہیں، جب الگ الگ افراد
حرام نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہوجائے گا! ــــ
اور اسی میں ہے، جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو
مجموعہ بھی مباح ہی ہوگا ــــ اس عمدہ قاعدے کا
پورا بیان اہلِ تدقیق کے پیشوا، اہلِ تحقیق کی مہر، حضرت
والد قدس سرہٗ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع
مبانی الفساد میں کیا ہے اور صحاح کی حدیث سے اس
معنی کا استنباط فرمایا ہے۔ جو چاہے اس کے مطالعہ
سے مشرف ہو ــــ خود طائفۂ مانعین کے معلم اول
مولوی اسمٰعیل دہلوی کو قرآن اور طعام کی اس یکجائی کا
عمدہ ہونا قبول وتسلیم ہے، صراطِ مستقیم میں یوں اقرار و
تسلیم کی راہ اختیار کی ہے: "جب میت کو کوئی فائدہ

---

[1] و [2] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مکتبہ ومطبعہ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۲۷۳
[3] صراطِ مستقیم ہدایت ثالثہ در بدعاتیکہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۴

جل جلالہ۔ امام الطائفہ در صراط مستقیم گوید "ہر
عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسے
از گزشتگان برساند و طریق رسانیدن آں دعائے
خیر بجناب الٰہی ست پس این خود البتہ بہتر و مستحسن
است[1] الخ" و دو دست برداشتن از آداب مطلق
دعاست در حصن حصین فرماید 'آداب الدعا
منہا بسط الیدین، ت مس، و رفعہما[2]
یعنی ہر دو دست برداشتن بحکم حدیث صحاح ستہ
از آداب دعا است و از ائمہ و علمائے ما چہ گوئی
خود معلم ثانی طوائف منکرین در مسائل اربعین
گوید" دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت
ظاہرا جواز است زیرا کہ رفع یدین در دعا مطلقاً
ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ نہ دارد و
لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور
نیست[3] اھ" ببینید باآنکہ خصوصیت را غیر ماثور
گفت اما بدلیل اطلاق استظہار جواز کرد۔ و
در فعل او ہیچ مضائقہ ندید۔ بالجملہ ازیں امور
زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر مستنکر باشد
و مجرد عدم ورود خصوصیات را مطلقاً مستلزم منع
دانستن غلطی ست واضح و جہلے فاضح فقیہ
بعون القدیر ایں مبحث را در مجموعہ مبارکہ البارقۃ
الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ

پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر
میسر ہو بہتر ہے ورنہ صرف سورۂ فاتحہ و اخلاص
کا ثواب بہترین ثواب ہے اھ" ـــــ اور شک
نہیں کہ ایصالِ ثواب کا طریقہ یہی ہے کہ رب
الارباب جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا ہو۔ امام الطائفہ
نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے:" جو عبادت کسی
مسلمان سے ادا ہو اور اس کا ثواب گزرے ہوئے
لوگوں میں سے کسی کی رُوح کو پہنچائے، اور اس کے
پہنچانے کا طریقہ جنابِ الٰہی میں دعا ہے تو یہ خود
بلاشبہ بہتر اور مستحسن ہے الخ" ـــ اور ہاتھ اٹھانا
مطلق دعا کے آداب سے ہے۔ ـــ حصن حصین میں
ہے:" دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتھوں
کو پھیلائے (ترمذی، مستدرک حاکم) اور بلند
کرے (صحاح ستہ)۔" معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھ
اٹھانے کا آدابِ دعا سے ہونا صحاح ستہ کی
حدیث سے ثابت ہے۔ ہمارے ائمہ اور علماء کی
کیا بات ہے خود طوائف منکرین کے معلم ثانی نے
مسائل اربعین میں لکھا ہے:" وقتِ تعزیت کی دعا
میں ہاتھ اٹھانا ظاہر یہی ہے کہ جائز ہے اس لیے
کہ حدیث شریف سے مطلقاً دعا میں ہاتھ اٹھانا
ثابت ہے تو اس وقت میں بھی کوئی مضائقہ نہ ہوگا'
مگر خاص وقتِ تعزیت کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

[1] صراطِ مستقیم — ہدایت اولیٰ در ذکر بدعاتیکہ الخ — المکتبۃ السلفیۃ لاہور — ص ۵۵
[2] حصن حصین — آداب الدعاء — افضل المطابع لکھنؤ — ص ۱۷
[3] مسائل اربعین

روشن تر گفته ام و علمائے سنت بارہا این مدعیان
را تا خانہ رسانده و بر خاک مذلت نشانده اند۔ حاجت
تفصیل و تطویل نیست؛ اما آنچه امام الطائفه باوجود
تسلیم عدم ورود دریں باب گفته است شنیدن
دارد، در تقریر ذبیحه مطبوع رسالہ زبدة النصائح
می گوید "ہمه اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام
خورانیدن سوائے کندن چاه و امثاله و دعا و استغفار
و اضحیه بدعت است، گو بدعت حسنہ بالخصوص است
مثل معانقه روز عید و مصافحه بعد نماز صبح یا عصر[1] اھ"
ارباب طائفه امام خود شاں پرسند کہ باآنکہ ایں طریقہا
را عموماً و فاتحہ خوانی را خصوصاً بدعت و محدث میدانی
چه گونه حسنه می گوئی و خلاف طائفه راه می پوئی، باز
ذکر معانقہ عید سنگ آمد و سخت آمد آرے تلون این
امام متبعانش را کار بجان و کار با استخواں رسانده است
ولاحول ولا قوة الا باللہ العلی و کلام معلم ثانی
حالا گذشت کہ باوجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ
نہ دانست۔

آثار میں منقول نہیں۔ اھ" دیکھئے خصوصیت کو غیر ماثور
بتانے کے باوجود، دلیل اطلاق سے جواز کو ظاہر کہا اور
اس کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہ جانا۔ الحاصل ان باتوں
سے شریعت میں کبھی بھی کوئی چیز بُری نہیں ہوتی، اور
ان خصوصیات کے صرف وارد نہ ہونے کو مستلزم ممانعت
سمجھنا تو ایک کھلی ہوئی غلطی اور شرمناک جہالت ہے۔
فقیر نے رب قدیر کی مدد سے یہ بحث "البارقة الشارقة
علی مارقة المشارقة" میں زیادہ روشن طور پر تحریر کی ہے۔
اور علمائے سنت نے بارہا ان مدعیوں کو گھر تک پہنچایا اور
اور خاک ذلت پر بٹھایا ہے۔ تفصیل و تطویل کی ضرورت
نہیں۔ لیکن امام الطائفہ نے اس باب میں عدم ورود
تسلیم کرنے کے باوجود جو کچھ کہا ہے وہ سننے کے قابل ہے۔
رسالہ "زبدة النصائح" میں طبع شدہ تقریر ذبیحہ میں لکھا
ہے: "کنواں کھودنے اور اس جیسے کاموں اور دعا،
استغفار، قربانی کے سوا قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا
کھلانا سب طریقے بدعت ہیں، گو خاص بدعت حسنہ
ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ اور نماز صبح یا عصر کے بعد
مصافحہ۔" ارباب طائفہ خود اپنے امام سے پوچھیں کہ ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت اور
نوایجاد قرار دینے کے باوجود "حسنہ" کیسے کہتے ہو؟ —— اور ہمارے گروہ کے خلاف کیسے جاتے ہو؟ پھر
معانقہ عید کا ذکر تو "سنگ آمد و سخت آمد" ان کے لیے بڑی سخت چٹان ہے —— اس امام کی تلون مزاجی سے
اس کے متبعین کی جان و استخوان پر بن آئی ہے اور ان کا سارا کام ہی تمام کر دیا ہے ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی
العظیم —— اور معلم ثانی کا کلام ابھی گزرا کہ خصوصیت ثابت نہ ہونے کے باوجود کوئی مضائقہ نہ جانا۔ (ت)

اکنوں آمدیم بر نقل چند اقوال دیگر از کبراء و عمائد

اب ہم کچھ اور اقوال امام الطائفہ کے بزرگان و

---

[1] رسالہ زبدة النصائح

واساتذہ ومشائخ امام الطائفہ تا بیباک رواں اند
کہ بے منع شرع تحریم فاتحہ زبان کشودن طعام
فاتحہ وشیرینی نیاز بزرگاں قدست اسرارہم را حرام
ومردار گفتن چہ کیفرہا کہ نمی چشانند وکدام بد روز نمی نشانند۔
شاہ ولی اللہ در انفاس العارفین از والد خود شاہ
شاہ عبدالرحیم نقل کنند: "می فرمودند در ایام وفات
حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چیزے
فتوح نشد کہ نیاز آں حضرت طعام پختہ شود،
قدرے نخود بریاں وقند سیاہ نیاز کردم الخ"[1]
در درالثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن
را چناں آوردند:
"الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی
سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما
صلۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین
شئ اصنع بہ طعاما فلم اجد
الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس
فرایتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وبین یدیہ ھذا الحمص مبتھجا
بشاشا"[2]
شاہ صاحب مذکور در انتباہ فی سلاسل
اولیاء اللہ نویسند:
"بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت

عمائد اور اساتذہ ومشائخ کے نقل کرتے ہیں تاکہ ان
بے باکوں کو پتا چلے کہ شریعت سے ممانعت کے بغیر
فاتحہ کو حرام بتانے پر زبان کھولنا اور فاتحہ کے کھانے،
بزرگوں کی نیاز کی شیرینی کو حرام ومردار کہنا کیسی سخت
سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے بُرے دن دکھاتا ہے۔
(۱) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ
عبدالرحیم سے نقل کرتے ہیں کہ: "وہ فرماتے ہیں حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایام وفات میں
کچھ میسر نہ ہوا کہ آں حضرت کی نیاز کا کھانا پکایا جائے
تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند سیاہ (گڑ)
پر نیاز کیا الخ"
الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین میں اسی بات کو
یوں نقل کیا ہے: "بائیسویں حدیث، مجھے سیدی والد
ماجد نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیاز کیلئے
کچھ کھانا تیار کرتا تھا ایک سال کچھ کشائش نہ ہوئی کہ
کھانا پکواؤں، صرف بھنے ہوئے چنے میسر آئے وہی
میں نے لوگوں میں تقسیم کیے، میں نے حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے
سامنے یہ چنے موجود ہیں اور حضور مسرور وشاداں
ہیں۔"
یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل الاولیاء اللہ
میں لکھتے ہیں:
"تھوڑی شیرینی پر عموماً خواجگان چشت

---

[1] انفاس العارفین (اردو) حضور کی نیاز کی اشیاء کی مقبولیت المعارف گنج بخش روڈ، لاہور ص ۱۰۶
[2] الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین کتب خانہ علویہ رضویہ فیصل آباد ص ۴۰

عموماً بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند، ہمیں طور ہر روز مے خواندہ باشند اھ"[1]۔

لفظ شیرینی وفاتحہ ہر روز از یاد مرو۔

اُو شاہ صاحب مسطور در ہمعات گویند:

"ازینجاست حفظ اعراسِ مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاںؒ"[2]۔

شاہ[3] صاحب مزبور در فتویٰ مندرجہ زبدۃ النصائح گویند: "اگر ملیدہ وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصالِ ثواب بروحِ ایشاں پزند وبخورانند مضائقہ نیست جائزست وطعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء راہم خوردن دراں جائزست"۔

شاہ صاحب مرحوم در انفاس العارفین نگارند: "حضرت عہ ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند وشب ہنگام بود دراں فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم

کے نام فاتحہ پڑھیں اور خدائے تعالیٰ سے حاجت طلب کریں، اسی طرح روز پڑھتے رہیں" اھ

شیرینی، فاتحہ اور ہر روز کے الفاظ ذہن سے نہ نکلیں۔

(۳) یہی شاہ صاحب "ہمعات" میں فرماتے ہیں: "یہیں سے ثابت ہے اعراسِ مشائخ کی نگہداشت اور ان کے مزارات کی زیارت پر مداومت اور ان کے لیے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام"۔

(۴) یہی شاہ صاحب "زبدۃ النصائح" میں مندرج فتویٰ میں لکھتے ہیں: "اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی رُوح مبارک کو ایصالِ ثواب کے قصد سے ملیدہ اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں، جائز ہے۔ اور خدا کی نذر کا کھانا اغنیاء کے لیے حلال نہیں۔ لیکن اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیاء کو کھانا بھی روا ہے"۔

(۵) یہی شاہ صاحب "انفاس العارفین" میں لکھتے ہیں: "حضرت (یعنی ان کے والد و مرشد شاہ عبدالرحیم صاحب) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کے لیے گئے تھے، رات کا وقت تھا، اسی وقت فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں

عہ یعنی والد و مرشد ایشاں شاہ عبدالرحیم ۱۲ (م)　　یعنی ان کے والد و مرشد شاہ عبدالرحیم ۱۲ (ت)

---

[1] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء　ذکر طریقہ ختم خواجگانِ چشت　برقی پریس دہلی　ص ۱۰۰

[2] ہمعات　ہمعہ ۱۱　اکادمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد سندھ　ص ۵۸

[3] زبدۃ النصائح

منقطع شد و ملال بر یاراں غالب آمد آنگاہ زنے
بیامد طبق برنج و شیرینی برسر و گفت کہ نذر کردہ بودم
کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ
بر نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت
آمد ایفائے نذر کردم و آرزو کردم کہ کسے آں جا
باشد تا تناول کند۔[1]"

کہ کچھ کھا کر جاؤ۔ توقف فرمایا، یہاں تک کہ لوگوں کی
آمد و رفت ختم ہوگئی اور دوستوں پر اکتاہٹ غالب
آگئی، اُس وقت ایک عورت چاول اور شیرینی کا طبق
سر پر لیے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے
شوہر آجائیں تو اُسی وقت یہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا
کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچاؤں گی، شوہر اِسی
وقت آئے ہیں نے نذر پوری کی اور میری آرزو تھی کہ
کوئی وہاں موجود ہو جو اسے تناول کرے۔"

مولانا[2] شاہ عبد العزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ
فرمایند: "حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام اُمت
بر مثال پیران و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را
وابستہ بایشاں می دانند و فاتحہ و درود و صدقات
و نذر و منت بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ
با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔"

(۶) مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں
فرماتے ہیں، "حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ اور ان
کی اولاد پاک کو تمام اُمت پیروں اور مرشدوں کی طرح
مانتی ہے اور امورِ تکوینیہ ان سے وابستہ جانتی ہے
اور ان کے نام فاتحہ و درود اور صدقات کا معمول ہے
اور ایسے ہی تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔"

ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش بر سر
مخالف برقے ست خاطف یا ریحے قاصف حرف
حرف بخاطر باید داشت و از مخالفاں پرسید کہ
شاہ صاحب بطور شما جمیع اُمت را صراحۃً گمراہ و
مشرک گفتند یا نہ و خود لہ چنیں امور را تجویز و تحسین
نمودہ کافر و مشرک شدند یا نہ۔ بر تقدیر اول امام
الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کہ غلامان غلام و مرید
مرید ایشاں ست در صراطِ مستقیم بمدح ایشاں

یہ عبارت سراپا بشارت جس کا ایک ایک حرف
مخالف کے سر پر برق خاطف یا تباہ کن بگولا ہے
دل میں محفوظ رکھنا چاہیے اور مخالفین سے پوچھنا چاہیے
کہ شاہ صاحب نے تمہارے طور پر ساری امت کو
صاف صاف گمراہ اور مشرک بتایا یا نہیں؟ اور
خود اس طرح کی باتوں کو جائز اور عمدہ بتا کر کافر و
مشرک ہوئے یا نہیں؟ بر تقدیر اول، امام الطائفہ
اسمٰعیل دہلوی جو ان کے غلاموں کا غلام، اور ان کے

---

[1] انفاس العارفین (اردو) دعوتِ مخدوم الدیہ المعارف گنج بخش روڈ۔ لاہور ص ۱۱۲
[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

37

چنان تر زبان "جناب ہدایت مآب، قدوۂ ارباب صدق وصفا، زبدۂ اصحابِ فنا وبقا، سید العلماء وسند الاولیاء، حجۃ اللہ علی العالمین، وارث الانبیاء والمرسلین، مرجع کل ذلیل وعزیز، مولانا ومرشدنا الشیخ عبدالعزیز۔"[1]

معاذ اللہ کافرے مشرکے را بچنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجتِ خدا ونائبِ انبیاء وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گردید یا ہیچ بازشمایاں کہ ایں کافر و مرتد را امام وپیشوا وسرور ومقتدا و مرجع و ماوا گرفتہ و در ہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ ایداز یں رو برہمہ کافر بے دین ومرتد ولعین شدید یا چہ؟ بینوا توجروا۔

مرید کا مرید ہے "صراطِ مستقیم" کے اندر ان کی مدح میں یوں رطب اللسان ہے: "جناب ہدایت مآب، اربابِ صدق وصفا کے پیشوا، اصحابِ فنا وبقاء کے خلاصہ، علماء کے سردار، اولیا کی سند، سارے جہان پر اللہ کی حجت، انبیاء ومرسلین کے وارث، ہر ذلت وعزت والے کے مرجع، ہمارے آقا اور ہمارے مرشد شیخ عبدالعزیز۔"

ان عظیم وجلیل الفاظ سے معاذ اللہ ایک کافر و مشرک کی تعریف کرکے، اور اسے خدا کی حجت انبیاء کا نائب وغیرہ وغیرہ اعتقاد کرکے خود کافر و مرتد ہوا یا نہیں؟ پھر تم سب اس کافر و مرتد کو امام و پیشوا، سردار و مقتدا اور مرجع و ماوا بنا کر، اور ہر مسئلہ و عقیدہ میں اس کے خطِ فرمان پر سر جھکا کر، اس کے قدم بہ قدم چل کر کافر بے دین اور مرتد ولعین ہوئے یا کچھ اور؟ بینوا توجروا۔ (ت)

باز بمطلب عنان تابیم (اب پھر ہم مقصد کی جانب لگام موڑتے ہیں۔ ت) مولوی خرم علی بلہوری معلم ثالث طائفہ حادث در نصیحۃ المسلمین گوید (مولوی خرم علی بلہوری طائفہ نو کے معلم ثالث نے "نصیحۃ المسلمین" میں لکھا ہے۔ ت):

"حاضری حضرت عباس کی، صحنک حضرت فاطمہ کی، گیارھویں عبدالقادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا، سہ منی بوعلی قلندر کی، توشہ شاہ عبدالحق کا، اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں۔"[2] اھ ملخصاً۔

(۸) خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید "اگر

خود امام الطائفہ نے تقریر ذبیحہ میں یہ نغمہ سرائی

---

[1] صراطِ مستقیم | خاتمہ در بیان پارہ الخ | مکتبہ سلفیہ لاہور | ص ۱۶۴

[2] نصیحۃ المسلمین | چند شرکیہ رسمیں | سبحانی اکیڈمی لاہور | ص ۴۱

شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود، و او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست۔"[1]

ایں لفظ "خواندہ بخوراند" نیز نگاہ داشتن است کہ بسیارے از منکرین ایں را ہم مناط انکار سازند و گویند اگر ایں اجتماع اطعام و قراءت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خوانند نہ کہ خواندہ خورانند کہ عبث و باطل ست جواب کامل ازیں شبہہ باطل در "بارقہ شارقہ" یاد کردہ ایم ہمچناں ایں لفظ غوث الاعظم بر دل نگاشتنے کہ بر ایمان تقویۃ الایمان صراحۃً شرک است۔ طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام و مردار دانند و امام الطائفہ طعام و گوشت گاؤ نذر اولیا ہمہ را حلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح بسوئے میت نباشد وسپیدی گوید کہ "جانورے کہ نذر اولیا کردہ باشند اگرچہ چناں نذر بروجہ حرام قبیح ہم کنند۔ تاہم در حلت جانورے سخنے نیست" فکیف کہ نذر اولیا بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصالِ ثواب شود چہ محل آنکہ از ذبح جانور اراقت دم اثرے نبود۔ ہمیں قراءت قرآنے و تصدق طعامے بمیاں آید مگر در تقریر مذکور چناں می نگارد۔ اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر کنم و ایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم را بخورانم اگرچہ دریں نذر

کی ہے: "اگر کوئی شخص کسی بکری کو گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو، اس کو ذبح کرکے اور پکا کر حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو کوئی خلل نہیں ہے۔"

یہ لفظ "پڑھ کر کھلائے" بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے منکرین اسے مدارِ انکار بناتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کھلانے اور پڑھنے کا اجتماع جائز ہوتا تو بھی چاہیے تھا کہ کھلا کر پڑھے نہ کہ "پڑھ کر کھلائے" کہ عبث اور باطل ہے ـــ اس باطل شبہ کا کامل جواب ہم نے بارقہ شارقہ میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح یہ لفظ "غوثِ اعظم" بھی دل پر لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ "تقویۃ الایمان" کی رُو سے کھلا ہوا شرک ہے ـــ طُرفہ تر یہ کہ نادان متبعین تو فاتحہ کے کھانے کو حرام و مردار جانتے ہیں اور امام الطائفہ اولیاء کی نذر کے کھانے اور گائے کے گوشت سب کو حلال کہتا ہے بشرطیکہ ذبح سے میت کی جانب تقرب مقصود نہ ہو ـــ اور صاف کہتا ہے کہ "جو جانور اولیا کی نذر کیا ہو اگرچہ ایسی نذر حرام قبیح طور پر بھی کرتے ہیں پھر بھی جانور کے حلال ہونے میں کلام نہیں ـــ پھر اولیاء کی نذر عمدہ طور پر ہو تو حُرمت کیسے؟ ـــ پھر بغیر نذر کے محض ایصالِ ثواب ہو تو وہ حرام کیسے؟ ـــ پھر جانور کو ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی نام و نشان بھی نہ ہو صرف قرآن کی قراءت اور طعام

[1] رسالہ زبدۃ النصائح

گفتہ گوشت لیکن طعام حلال است وہمچنیں ست
حکم گوشت ۔ مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دومن گوشت نذر
سید احمد کبیر بعد برآمدن حاجت خود خواہم خورانید گوشت
حلال است واگر بگوید کہ گوشتِ گاؤ خواہم خورانید نیز
درست است واگر ہمیں قصد گاؤ را نذر کند نیز رواست
چراکہ مقصودش گوشت ست ۔ وہمچنیں اگر گاؤ زندہ
بنام سید احمد کبیر کسے را بدہد بطوریکہ نقد می دہند
رواست وگوشت آں حلال است۔" ہم در آں ست[1]
اگر ہمیں طور نذر برائے اولیائے گزشتگان قدس اللہ
اسرارہم کند رواست ۔ ایں قدر فرق ست کہ بسبب
انتقال از عالم دنیا بعالم برزخ منتفع بنقد وجنس و
طعام نمی توانند شد بلکہ ثواب صرف آں اللہ تعالیٰ بارواح
مطہرۂ ایشاں میرساند پس احوال ایشاں در حالت
حیات وممات برابر ست" باز می گوید[2] "اگر نذر کند کہ بشرط
برآمدن حاجت خود گاؤ دو سالہ فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم
خواہد کرد پس حکم ایں مثل حکم طعام ست ۔ اگر نذر بطریق
حسن است ہیچ خلل نہ واگر قبیح ست فعلش حرام است
وحیوان حلال۔" ایں یازدہ قول ست بعدد ایام یازدہم
شریف حضرت غوثِ اعظم قطبِ اکرم رضی اللہ تعالےٰ
عنہ وسہ از امام الطائفہ بالا گزشت و دو از شاہ
عبدالعزیز صاحب عنقریب می آید وباللہ التوفیق
والہدایۃ الی سواء الطریق ۔

کا صدقہ درمیان میں آئے تو اس کے حرام ہونے کا کیا
موقع ؟ ——— تقریر مذکور میں یوں لکھا ہے :

(۹) "اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میری فلاں حاجت
برآئے تو اس قدر حضرت سید احمد کبیر کی نیاز کروں گا
اور ان کی نیاز کا اتنا کھانا لوگوں کو کھلاؤں گا ———
اگرچہ اس نذر میں کلام ہے مگر کھانا حلال ہے ——— یہی
حکم گوشت کا بھی ہے ——— مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں
اپنی حاجت برآنے کے بعد سید احمد کبیر کی نذر کا دومن
گوشت کھلاؤں گا تو گوشت حلال ہے ——— اور اگر اسی
قصد سے گائے کو نذر کرے تو بھی روا ہے ——— اس لیے
کہ اس کا مقصود گوشت ہے ——— اسی طرح اگر
زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے دے جیسے
نقد دیتے ہیں، تو بھی جائز ہے اور اس کا گوشت
حلال ہے ۔"

(۱۰) اُسی میں ہے : "اسی طرح اگر گزشتہ اولیا قدس اللہ
اسرارہم کے لیے نذر کرے تو جائز ہے ——— فرق اتنا
ہے کہ وہ عالمِ دنیا سے عالمِ برزخ میں انتقال کر جانے
کے سبب نقد وجنس اور طعام سے نفع اندوز نہیں
ہوسکتے بلکہ صرف ان کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح
پاک کو پہنچاتا ہے ——— تو ان کے احوال بحالتِ حیات
اور بعد وفات برابر ہیں ۔"

(۱۱) آگے لکھا ہے : "اگر نذر کرے کہ میری حاجت برآئے
تو دو سال کی فربہ گائے حضرت "غوث الاعظم" کی نیاز کروں گا ——— تو اس کا حکم بھی حکمِ طعام کی طرح ہے ۔"

---

۱ و ۲ و ۳ رسالہ زبدۃ النصائح

اگر نذر بطورِ حسن ہے تو کوئی خلل نہیں، اور اگر قبیح طور پر ہے تو اس کا فعل حرام ہے اور جانور حلال ہے۔" یہ گیارہ اقوال ہیں حضرت غوثِ اعظم قطبِ اکرم رضی اللہ تعالٰے عنہ کی گیارھویں کے ایام کی تعداد کے برابر ___ اور تین اقوال امام الطائفہ کے اُوپر گزرے، اور دو قول شاہ عبدالعزیز صاحب کے عنقریب آرہے ہیں، اور خدا ہی سے توفیق اور راہِ راست کی ہدایت ہے۔ (ت)

سخن گفتن ماند از تعیینِ اوقات کہ در مرد ماں رائج ست ہمچوں سوم وچہلم و سرسال وششماہ **اقول** وبحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقتِ معین داشتن بر دوگونہ است شرعی وعادی۔ شرعی آنکہ شرع مطہر علٰی را وقتے تعیین فرمودہ است کہ در غیر او اصلا صورت نہ بندد واگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند۔ چوں ایام نحر مراضحیہ را یا آنکہ تقدیم و تاخیرش ازاں وقت نارو اباشد چوں اشہر حرم مراحرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ در غیر او نیا بند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را وعادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند۔ اما حدث را از زمان ناگزیر ست ووقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود وتعین مساوق ہمدگر است۔ پس از تعین چارہ نیست۔ ایں ہمہ تعینات بربنائے اطلاق علٰی وجہ البدلیۃ صالح ایقاع بود از نہا یکے را بربنائے مصلحتے اختیار کنند بے آں کہ وقتِ معین را عنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیداست کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق بر نیا ید و حکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد مالم یرد منع عن خصوص خصوصا پس ہمچو جا سبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع ایں خاص از شرع برآرند۔ عبارت معلم

اب وقت معین کرنے سے متعلق گفتگو کرنی ہے جس کا لوگوں میں رواج ہے، جیسے سوم، چہلم، ایک سال، چھ ماہ۔ **اقول** وبحول اللہ (میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی قوت سے حملہ کرتا ہوں) توقیت یعنی کسی کام کے لیے وقت مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں: شرعی اور عادی۔

○ شرعی یہ کہ شریعتِ مطہرہ نے کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر فرمادیا ہے کہ (i) اس کے علاوہ وقت میں وہ ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر کریں تو وہ عمل شرعی ادا نہ ہوگا، جیسے قربانی کے لیے ایام نحر۔

(ii) یا یہ کہ اس وقت سے اُس عمل کو مقدم یا مؤخر کرنا ناجائز ہو، جیسے احرامِ حج کے لیے حرمت والے مہینے (شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ)۔

(iii) یا یہ کہ اُس وقت میں جو ثواب ہو وہ دوسرے وقت میں نہ ملے، جیسے نمازِ عشا کے لیے تہائی رات۔

○ عادی یہ کہ شریعت کی جانب سے کوئی قید نہیں جب چاہیں عمل میں لائیں ___ لیکن حدث (کام ہونے) کے لیے زمانہ ضروری ہے، اور زمانہ غیر معین میں وقوع محال عقلی ہے، اس لئے کہ وجود اور تعین ایک دوسرے کے مُساوِق (ساتھ ساتھ) ہیں، تو تعین سے چارہ نہیں۔

ثانی طائفہ دربارۂ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی واینک معلم اول و امام معول طائفہ در رسالہ بدعت چناں نغمہ سرا "طریق ثانی آنکہ مطلق بالنظر الٰی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد۔ پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماحکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بحسب عوارض خارجیہ حکم مطلق مختلف گردد (الٰی ان قال) در تحقیق حکم صورت خاصہ کسیکہ دعوی جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مبحوث عنہا می نماید ہمانست متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعوٰی خود حاجت بدلیلے نہ دارد۔ دلیل او ہماں حکم مطلق ست و بس[1]" الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد این اصل منیف و قاعدۂ شریف را بتحقیق بالغ و تنقیح بازغ در اصول الرشاد افادہ و ارشاد فرمودہ اند آنجا باید جست۔

یہ سبھی تعینات (اوقاتِ معینہ) اطلاق کی بناء پر بطور بدلیت وہ عمل واقع کیے جانے کے قابل تھے، مگر ان ہی میں سے کسی کو کسی مصلحت کی وجہ سے اختیار کرتے ہیں ــ بغیر اس کے کہ وقتِ معین کو صحت کی بنیاد یا حلت کا مدار یا ثواب دئے جانے کا مناط جانیں۔ ظاہر ہے کہ اس تقیید کی وجہ سے مقید، مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہ ہوگا، اور مطلق کا جو حکم ہے وہ اس کے تمام افراد میں جاری ہوگا جب تک کہ کسی فرد خاص سے متعلق خاص طور پر ممانعت وارد نہ ہو ــــ تو ایسے مقام میں راہ یہ نہیں کہ جائز کہنے والے سے خصوصیت کا ثبوت مانگیں بلکہ راہ یہ ہوگی کہ اس فرد خاص سے متعلق ممانعت کی صراحت شریعت سے نکالیں۔ اس طائفہ کے معلم ثانی کی عبارت دعائے تعزیت میں ہاتھ اٹھانے سے متعلق اوپر گزری، اور یہ طائفہ کے معلم اول اور امام معتمد "رسالۂ بدعت" میں یوں نغمہ سرا ہیں "دوسرا طریقہ یہ کہ خود ذاتِ مطلق کی جانب نظر کرتے ہوئے اس سے کوئی حکم شرعی متعلق ہو، تو مطلق اپنی ذات کے لحاظ سے تمام خصوصیات میں اُسی حکم کا مقتضی ہوگا، گو بعض افراد میں خارجی عوارض کے اعتبار سے مطلق کا حکم مختلف ہوجائے (آگے لکھا) صورتِ خاص کے حکم کی تحقیق میں جو شخص زیر بحث خاص صورت کے اندر بھی مطلق کا حکم جاری ہونے کا دعوٰی رکھتا ہے وہی اصل سے تمسک کرنے والا ہے، جسے اپنا دعوٰی ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ دلیل وہی حکم مطلق ہے اور بس" الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد نے اس اصل اور قاعدے کی کامل اور روشن تحقیق و تنقیح اصول الرشاد میں افادہ فرمائی ہے وہاں سے اسے طلب کرنا چاہئے۔ (ت)

من باول سخن بازگردم **فاقول** باز اگر دریں وقت معین مرجحے حامل بر اختیارش فی نفسہ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام

میں پھر پہلی گفتگو کی طرف پلٹتا ہوں۔ **اقول** پھر اگر اس وقت معین کی ذات میں خود کوئی ترجیح دینے والی

---

[1] رسالہ بدعت (معلم اول)

تساوی ارادۂ مختار ترجیح را بسند ست چنانکہ در دو
جام تشنہ و دو راہ راہے مشاہدہ کنی۔ علی الاول مصلحت
عیان ست وعلی الثانی کم ازاں کہ ایں تعیین
باعثِ تذکیر و تنبیہ و مانع تسویف و تفویت باشد
ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے
معین بنہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسا باشد
کہ از دست رود۔ از ہمیں جاست اوقات معین کردن
ذاکرین وشاغلین وعابدین مر ذکر وشغل عبادت را
یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ بر خود گرفتہ است۔
دیگرے پس از نمازِ عشا صد بار درود۔ واگر ایں توقیت
را از اقسام ثلثہ توقیت شرعی ندانند زنہار از شرع
معاتب نشوند جانِ برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ
و صراط مستقیم امام الطائفہ وغیرہما کتب ایں فن
کہ اکابر وعمائد طائفہ تصنیف کردہ اندر رجوع آرے
چیز ہا ازیں تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از تاقیت
شرعی نشانے ندارد۔ ہیہات خود از تعیین ایام و
اوقات چہ گوئی آنجا تو دہا ست از اعمال و اشغال و
طرق و ہیأت محدثہ و مخترعہ کہ در قرون سالفہ از انہا
اثرے و خبرے پیدا نبود و ایشاں را باحداث و
ابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ ولی اللہ
در قول الجمیل گویند: "صحبتنا و تعلمنا آداب الطریقۃ
متصلہ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
وان لم یثبت تعین الآداب ولا تلک الاشغال۱؎"

چیز موجود ہے جو اسے اختیار کرنے کی باعث ہے
تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جب تمام اوقات یکساں اور
برابر ہوں تو صاحبِ اختیار کا ارادہ ترجیح دینے کے لیے
کافی ہے، جیسے دو جام یکساں ہیں اور پیاسا اپنے
ارادے سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرتا ہے۔
اسی طرح دو راہیں یکساں ہیں اور چلنے والا کسی ایک
کو اختیار کرلیتا ہے۔ پہلی صورت میں تو مصلحت خود عیاں
ہے ____ اور دوسری صورت میں کم از کم اتنا ضرور
ہے کہ اس کو معین کرلینے سے یاد دہانی اور آگاہی
ہوگی اور یہ ٹلنے اور فوت کر ڈالنے سے مانع ہوگی
ہر عقل والے کا وجدان خود گواہ ہے کہ جب کسی کام
کے لیے کوئی وقت معین رکھتے ہیں تو جب وقت آتا
ہے وہ کام یاد آجاتا ہے ورنہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ
فوت ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ذاکرین، شاغلین،
عابدین اپنے ذکر وشغل اور عبادت کے لیے اوقات
معین کرلیتے ہیں۔ کسی نے نمازِ صبح سے پہلے سو بار کلمہ
طیبہ پڑھنا اپنے ذمہ کرلیا ہے، کسی نے نمازِ عشاء
کے بعد سو بار درود پڑھنا مقرر کرلیا ہے ____
اگر اس تعیین و توقیت کو توقیتِ شرعی کی تینوں قسموں
سے نہ جانیں تو شریعت کی جانب سے ان پر ہرگز کوئی
عتاب نہیں ____ جانِ برادر! اگر شاہ ولی اللہ کی
القول الجمیل، امام الطائفہ کی صراطِ مستقیم اور ان کے
علاوہ اس طائفہ کے اکابر وعمائد کی تصنیف کردہ اس
فن کی کتابیں دیکھو تو ان میں از خود لازم کیے ہوئے تعینات سے بہت سی چیزیں پاؤ گے جن میں شریعت کی جانب

۱؎ القول الجمیل مع ترجمہ شفاء العلیل فصل ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

سے تعیین و توقیت کا کوئی نام و نشان بھی نہیں ہے۔ دُور کیوں جائیے اور تعیینِ ایام و اوقات کی بات کیوں کیجئے، وہاں تو دسیوں اعمال و اشغال اور ہیأت و طُرق ایجادی و اختراعی ایسے موجود ہیں جن کا قرونِ سابقہ میں نہ کوئی نام و نشان تھا، نہ ذکر و خبر۔ ان حضرات کو ان کی ایجاد و ابتداع کا خود اقرار ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں: "ہماری صحبت اور ہماری تعلیم آدابِ طریقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہے اگرچہ ان آداب اور ان اشغال کی تعیین حضور سے ثابت نہیں"۔ (ت)

مولوی خرم علی در ترجمہ این عبارت گفت۔ (۲) مولوی خرم علی شاہ صاحب کی مذکورہ بالا عربی عبارت کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں: (ت)

"ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک، اگرچہ تعیین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں" اھ ملخصاً

ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید۔ (۳) یہی صاحب القول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل میں لکھتے ہیں: (ت)

"حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہاتِ ناقصین کو جڑ سے اُکھاڑا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے الخ۔

ہم دران از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد۔ (۴) اسی میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتے ہیں: (ت)

"مولانا حاشیے میں فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے" الخ

باز خود می گوید۔ (۵) پھر خود لکھا ہے: (ت)

"یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں"۔

۱؎ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل	فصل ۱۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۱۷۳
۲؎ " " "	"	" " "	" ۱۰۷
۳؎ " " "	"	" " "	" ۵۱
۴؎ " " "	"	" " "	"

امام الطائفہ در صراطِ مستقیم سراید "محققان از اکابر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید و وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ و تجدید اشغال نمودہ شود[1]" اھ ملخصاً

و در حال پیر خود گوید: "در تلقین و تعلیم طریقہ چشتیہ بازوئے ہمت کشادند و تجدید اشغالے کہ ایں کتاب مستطاب براں محتوی گردیدہ فرمودند[2]"

سبحان اللہ! ایناں کہ بر اصل شما صراحۃً احداث فی الدین کردند و قطعاً چیزہا برآوردند کہ قرون سابقہ ازانہا خبرے نداشتند، ضال و مبتدع نباشند بلکہ ہمچناں امام و مقتدا و عرفا و علماء مانند دیگراں بریں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع را جمع نمودند و فعل آنہا را از جملہ اوقات جائزہ فی الشرع وقتے معین گرفتند، معاذ اللہ گمراہ و بدعتی شوند۔ للہ انصاف ایں حکم بیجا راچہ گفتہ آید، مگر شریعت کارے خانگی شماست کہ ہرچوں کہ خواہید پہلو گردانید۔ ہاں وہاں اے طالب حق ایناں را در طغیان و عدوان ایشان بگذار، و روئے با آثار و احادیث آر تا چیزے از تعینات عادیہ بر تو خوانیم ازیں قبیل ست انچہ در حدیث آمد کہ حضور پر نور سید عالم

(۶) امام الطائفہ نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے: "محققین اکابر نے تجدیدِ اشغال کے طریقے میں بڑی کوششیں کی ہیں، اسی بناء پر مصلحت اور وقت کا تقاضا یہ ہُوا کہ اس کتاب کا ایک باب اس وقت کے مناسب اشغالِ جدیدہ کے بیان کے لیے معین کیا جائے اور اشغال کی تجدید عمل میں لائی جائے۔" اھ ملخصاً

(۷) اپنے پیر کے حال میں لکھا ہے: "طریقۂ چشتیہ کی تلقین و تعلیم میں بازوئے ہمت کشادہ کیا، اور ان اشغال کی تجدید فرمائی جن پر یہ کتاب مستطاب مشتمل ہے۔"

سبحان اللہ! یہ لوگ جو تمہارے قاعدے کے مطابق صراحۃً "احداث فی الدین" اور کھلی ہوئی بدعت جاری کرنے کے مرتکب ہیں، اور بلا شبہ ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں جن کی قرونِ سابقہ میں کوئی خبر نہیں، وہ تو گمراہ اور بدعتی نہ ہوں بلکہ ویسے ہی امام و مقتدا اور عرفاء و علماء رہیں ـــــ دوسرے صرف اتنے جرم پر کہ اُنھوں نے شریعت میں ثابت چند پسندیدہ امور کو یکجا کر دیا، اور ان کو عمل میں لانے کیلئے شریعت میں جائز اوقات میں سے ایک وقت معین کر لیا، معاذ اللہ گمراہ اور بدعتی ہو جائیں ـــ للہ انصاف! اس بے جا حکم اور ناروا زبردستی کو کیا کہا جائے، شاید شریعت تمہارے گھر کا کاروبار ہے کہ جیسے چاہو اُلٹ پھیر کرتے رہو ہوشیار، ہوشیار اے طالبانِ حق

۱؎ صراطِ مستقیم مقدمۃ الکتاب باب اول المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۷ و ۸

۲؎ " باب چہارم " " " ص ۱۶۶

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارتِ شہدائے احد را
سرسال مقرر فرمودند کما سیاتی و آمدن مسجد قبا را
روز شنبہ[1] کما فی الصحیحین عن ابن عمر
رضی اللہ تعالٰی عنہما و روزہ شکر رسالت را
روز دوشنبہ[2] کما فی صحیح مسلم عن ابی قتادۃ
رضی اللہ تعالٰی عنہ و باصدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی
عنہ مشاورۂ دینی صبح و شام[3] کما فی صحیح البخاری
عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی
عنہا وانشائے سفر جہاد را پنجشنبہ[4] کما فیہ عن
کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ و طلبِ علم را
دوشنبہ[5] کما عند ابی الشیخ وابن حبان و
الدیلمی بسند صالح عن انس ابن مالک رضی اللہ
تعالٰی عنہ وعبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ
وعظ و تذکیر را روز پنجشنبہ[6] کما فی صحیح البخاری
عن ابی وائل و علماء ہدایت درس را روز چہار شنبہ[7]
کما فی تعلیم المتعلم للامام برہان الاسلام

ان کو ان کی سرکشی اور زیادتی میں چھوڑ اور آثار و احادیث
کی جانب متوجہ ہو تاکہ ہم کچھ تعیناتِ عادیہ تجھے سنائیں:
(۱) اسی قبیل سے ہے جو حدیث میں آیا کہ حضور پُرنور
سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی
زیارت کے لیے سرسال کا وقت مقرر فرمایا تھا جیسا
کہ آگے ذکر آرہا ہے۔ (۲) اور سنیچر کے دن مسجد قبا
میں تشریف لانا، جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے۔
(۳) اور شکرِ رسالت کے لیے دوشنبہ کا روزہ جیسا
کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے
مروی ہے (۴) اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے
دینی مشاورت کے لیے وقتِ صبح و شام کی تعیین، جیسا کہ
صحیح بخاری میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی
ہے۔ (۵) اور سفر جہاد شروع کرنے کے لیے پنجشنبہ کی
تعیین، جیسا کہ اسی صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ (۶) اور طلبِ علم

۱؎ صحیح مسلم	باب فضل مسجد قباء	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۴۴۸
۲؎ "	باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام الخ	" "	۱/۳۶۸
۳؎ صحیح البخاری	باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ	" "	۱/۵۵۲
۴؎ "	باب من اراد غزوۃ الخ	" "	۱/۴۱۴
۵؎ الفردوس بمأثور الخطاب	حدیث ۲۳۷	دارالکتب العلمیہ بیروت	۱/۷۸
کنز العمال	حدیث ۲۹۳۴۰	مؤسسۃ الرسالہ بیروت	۱۰/۲۵۰
۶؎ صحیح البخاری	باب من جعل لاہل العلم ایاما معلومۃ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۱۶
۷؎ تعلیم المتعلم	فصل فی بدایۃ السبق	مطبع علیمی دہلی	ص ۴۳

الزرنوجی حکایت کردش از اُستاد خود امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ وگفت ھکذا کان یفعل ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] صاحب تنزیہ الشریعۃ فرمود وکذا کان جماعۃ من اھل العلم[2] اینہمہ ہا از باب توقیت عادی ست حاشا کہ مراد سیّد الاسیاد علیہ افضل الصلوٰۃ من الملک الجواد آن باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا نباشد یا اجر عظیمے کہ این روز بر بندہ نوازی وامت پروری وتشریف مزارات شہدائے کرام بتراب اقدام برکت نظام نصیب آن شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنند روز دیگر نہ کنند ہمچناں مقصود ابن مسعود آں نہ بود کہ وعظ جز بروز پنجشنبہ وعظ نیست یا در غیر او جواز نے یا روز دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر ایں تعیین نمود۔ حاش للہ، بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر مسلماناں پرداز و تعیین یوم طالبانِ خیر را بآسانی جمع وفراہم سازد۔ ہم بریں قیاس در امور باقیہ آرے در بعضے ازانہا مرجحی جداگانہ حاصل ست ہمچو وقوع بعثت وحصول علم نبوت در روز دوشنبہ وعظم برکت در پگور پنجشنبہ در رجائے اتمام در بدایت چہارشنبہ کہ حدیثے ذکر کنند ما من شیئ بدئ یوم الاربعاء الا تم[3] ودر بعض دیگر ہمیں ترجیح ارادی ست کہ مصلحت

کے لیے دوشنبہ کی تعیین، جیسا کہ ابوالشیخ، ابن حبان اور دیلمی نے بسند صالح حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

(۷) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وعظ و تذکیر کے لئے پنجشنبہ کا دن مقرر کیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو وائل سے مروی ہے۔

(۸) اور علما نے سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن رکھا، جیسا کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی تعلیم المتعلم میں ہے، انھوں نے اپنے استاد امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے اس کی حکایت فرمائی اور کہا کہ اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا کرتے تھے۔ صاحب تنزیہ الشریعۃ نے فرمایا اور اسی طرح ایک جماعتِ علماء کا دستور رہا ہے۔ یہ سب توقیت عادی کے باب سے ہیں۔ حاشا کہ سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ ہو کہ انتہائے سال کے علاوہ کسی دوسرے وقت کی زیارت، زیارت نہیں، یا جائز نہیں، یا اُس دن بندہ نوازی، امت پروری اور قدم مبارک کی خاک پاک سے مزاراتِ شہدائے کرام کو شرف بخشنے پر جو اجر عظیم اُس شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا ہوگا وُہ دوسرے دن نہ ملے گا۔

---

[1] تعلیم المتعلم فصل فی بدایۃ السبق الخ مطبع علیمی دہلی ص ۴۳

[2] تنزیہ الشریعۃ باب ذکر البلدان والایام الخ فصل ثانی حدیث ۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۵۶

[3] تعلیم المتعلم فصل فی بدایۃ السبق الخ مطبع علیمی دہلی ص ۴۳

تنزیہ الشریعۃ باب ذکر البلدان والایام الخ فصل ثانی حدیث ۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۵۶

درو ے کم از تذکیر و تیسیر نیست۔ ہم ازیں باب ست تعینات مردم در سوم و چہلم و شش ماہ و سر سال کہ بعضے ازانہا مصلحتے خاص وارد و بعض آخر بقصد آسانی و یاد دہانی معتاد و معہود گردید ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

اسی طرح حضرت ابن مسعود کا مقصود یہ نہ تھا کہ پنج شنبہ کے علاوہ کسی اور دن وعظ نہیں، یا دوسرے دن اس کا جواز نہیں، یا دوسرے دن یہ اجر فوت ہوجائے گا، یا شرع مطہر نے یہ تعیین فرمائی تھی۔ ہرگز نہیں ۔۔ بلکہ یہی ایک عادت مقرر کرلی تھی تاکہ ہر ہفتہ میں مسلمانوں کی تذکیر کا کام انجام دیتے رہیں، اور دن متعین ہونے کی وجہ سے طالبانِ خیر آسانی سے جمع ہوجائیں ۔۔ اسی طرح باقی امور کو قیاس کرو۔ ہاں ان میں سے بعض میں کوئی الگ مرجح بھی موجود ہے، جیسے دوشنبہ کے دن بعثت کا وقوع اور علمِ نبوت کا حصول ۔۔ اور پنجشنبہ کو صبح سویرے نکلنے میں عظیم برکت کا وجود ۔۔ اور چہارشنبہ (بدھ) کو شروع کرنے میں تکمیل کی اُمید ۔۔ کہ یہاں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں کہ "جو کام بھی چہارشنبہ کو شروع کیا جائے وہ پُورا ہو" اور بعض دیگر میں بھی ترجیح ارادی ہے جس میں کم از کم یاددہانی اور آسانی کی مصلحت ضرور کارفرما ہے۔ اسی باب سے سوم، چہلم، چھ ماہ اور انتہائے سال کے تعینات جو لوگوں نے جاری کر رکھے ہیں۔ ان میں سے بعض میں کوئی خاص مصلحت بھی ہے اور بعض دیگر آسانی و یاددہانی کے خیال سے رائج و معمول ہیں۔ اور اصطلاح میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (ت)

اینجا کلام مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ راعم نسب و پدر بطریقت بود شنیدن دارد۔ در تفسیر عزیزی زیر قولہ عز وجل والقمر اذا اتسق فرمود۔ وارد ست کہ مردہ درین حالت مانند غریقے ست کہ از انتظار فریادرسی می برد۔ وصدقات وادعیہ و فاتحہ درین وقت بسیار بکار او می آید وازین ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند[1] اھ

یہاں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی (جو امام الطائفہ کے نسبی چچا، علمی باپ اور طریقت میں دادا تھے) کا کلام سُننے کے قابل ہے۔ تفسیر عزیزی میں قولِ باری عزوجل "والقمر اذا اتسق" کے تحت فرماتے ہیں: "وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریاد رسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت صدقے، دُعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ، موت سے ایک سال تک، خصوصاً چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں بھرپور کوشش کرتے ہیں"۔ اھ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی آیہ والقمر اذا اتسق کے تحت مذکور ہے لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس
پیران و پدران خود شان باہتمام تمام بجامی آورند
و پیش ایشان برقبور درویشان اجتماع مردم و
فاتحہ خوانی و تقسیم طعام و شیرینی تجویز و تقریر
ایشان می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری و
ساری است۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی بریں افعال
شاہیہ بہماں شبہات واہیہ کہ حضرات منکرین بکار
می برند بر شاہ صاحب زبانِ مطاعن و مثالب
کشودہ و رقم نمودہ کسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال
شان نیستندی۔ عرس بزرگاں خود بر خود مثل فرض
دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام و
شیرینی درانجا تقسیم نمودہ مقابر را وثنا یعبد می کنند[1]
اھ ملخصا۔

زیادہ پُر لطف بات یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف
اپنے پیروں اور باپ دادا کا عرس پُورے اہتمام سے
کرتے تھے اور اُن کے سامنے ان کی اجازت سے، اور
ان کے برقرار رکھنے سے درویشوں کی قبروں پر آدمیوں
کا اجتماع، فاتحہ خوانی اور طعام و شیرینی کی تقسیم ہوتی
تھی، جیسا کہ سبھی اہل سجادہ میں جاری و ساری ہے۔
مفتی عبدالحکیم پنجابی نے ان ہی بے وزن شبہات کے
تحت جو حضرات منکرین پیش کرتے ہیں۔ شاہ صاحب
کے ان افعال کے باعث شاہ صاحب زبانِ لعن طعن
درازکی اور لکھا کہ: "وُہ لوگ جن کے اقوال ان کے افعال
کے مطابق نہیں، اپنے بزرگوں کا عرس اپنے اوپر فرض
کی طرح لازم جان کر سال بہ سال مقبرے پر اجتماع کرکے
وہاں طعام و شیرینی تقسیم کرکے ان مقبروں کو
"بُتِ معبود" بناتے ہیں۔" اھ ملخصاً (ت)

شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ مجموعہ
زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند قولہ "عرس
بزرگان خود آہ ایں طعن مبنی ست برجہل باحوال
مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ راہیچکس
فرض نمیداند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و
امداد ایشاں باہدائے ثواب و تلاوت قرآن و
دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است
باجماع علماء وتعین روز عرس برائے آن ست
کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد، از

شاہ صاحب "رسالہ ذبیحہ" میں جو مجموعہ
زبدۃ النصائح میں چھپا ہے اس طعن کے جواب میں
فرماتے ہیں "قولہ عرس بزرگان خود الخ ـــ یہ طعن
مطعون علیہ کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے اس
لیے کہ شریعت میں مقررہ فرائض کے سوا کسی کام کو
کوئی فرض نہیں جانتا۔ ہاں قبور صالحین کی زیارت
اور ان سے تحصیلِ برکت اور ایصالِ ثواب، تلاوتِ
قرآن، دُعائے خیر اور تقسیم شیرینی و طعام سے ان کی
امداد باجماعِ علماء مستحسن اور اچھا عمل ہے ـــ اور

[1] مفتی عبدالحکیم پنجابی

دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ این عمل واقع شود
موجب فلاح ونجات ست وخلف را لازم ست
کہ سلف خود را باین نوع بر واحسان نماید[1] ۔ باز
تعیین سر سال والتزامش را سند از احادیث
آوردند کہ ابن المنذر وابن مردویہ از انس بن مالک
رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کردند ان رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یاتی احدا
کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی
قبور الشہداء فقال سلام علیکم
بما صبرتم فنعم عقبی الدار[2] یعنی
حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال
باحد تشریف ارزانی میداشت، چوں بر درہ کوہ می رسید
برگور شہیداں سلام می کرد و می فرمود سلام باد بشما
بر شکیبائی شما۔ پس چہ نیکوست سرائے آخرت و
امام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن ابراہیم روایت
نمود وقال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم یاتی قبور الشہداء علی راس کل
حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم
عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمن[3] یعنی سرور عالم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سر ہر سال بر خاک شہدا قدم
رنجہ می فرمود و می گفت سلام علیکم الآیۃ ۔ بعدہ حضرت
صدیق وفاروق وذی النورین نیز ہمچناں میکردند رضی اللہ

روزِ عرس کا تعین اس لیے ہے کہ وہ دن دار العمل سے
دار الثواب کی جانب ان کے انتقال فرمانے کی
یاد دہانی کرنے والا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام ہو
فلاح ونجات کا سبب ہے ۔ اور خلف پر لازم ہے
کہ اپنے سلف کے لیے اس طرح کی بھلائی اور نیکی کرتا
رہے ۔ پھر سال کے تعین اور اس کے التزام کے سلسلے
میں احادیث سے سند ذکر فرمائی کہ ابن المنذر اور
ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی
عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم ہر سال اُحد تشریف لاتے، جب درہ کوہ پر
پہنچتے تو شہیدوں کی قبر پر سلام کرتے اور فرماتے :
تمھیں سلام ہو تمھارے صبر پر کہ دارِ آخرت کیا ہی عمدہ
گھر ہے ۔ اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت محمد بن
ابراہیم سے روایت کی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی خاک پر
قدم رنجہ فرماتے اور کہتے تم پر سلام ہو ۔ آخر تک ۔
حضور کے بعد حضرت صدیق وفاروق اور ذی النورین
بھی ایسا ہی کرتے ، رضی اللہ تعالٰی عنہم ۔

---

[1] زبدۃ النصائح

[2] در منثور بحوالہ ابن منذر وابن مردویہ زیر آیۃ سلام علیکم الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/ ۵۸

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " مطبعۃ میمنۃ مصر ۱۳/ ۸۴

تعالیٰ عنہم ۔ و در تفسیر کبیر ست عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشہداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار و الخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون [۱] یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال بمزار شہدا می شد و آیہ مذکورہ می خواند و ہمچناں حضرات خلفاء اربعہ می کردند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین [۲]

۱ اور تفسیر کبیر میں ہے : حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال شہداء کے مزار پر تشریف لے جاتے اور آیۂ مذکورہ پڑھتے ، اور اسی طرح حضرات خلفائے اربعہ بھی کرتے ۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ (ت)

بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعینات عادیہ است کہ زنہار جائے طعن ملامت نیست ۔ این قدر احرام و بدعت شنیعہ گفتن جہلیست صریح و خطائے قبیح ۔ شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتویٰ خودش چہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند

سوال : تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و توشہ در فاتحہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ و غیر ذلک ہمچناں تخصیص خورندگان چہ حکم دارد؟

جواب : فاتحہ و طعام بلاشبہہ از مستحسنات ست و تخصیص کہ فعل مخصص است باختیار او ست کہ باعث منع نمی تواند شد این تخصیصات از قسم عرف و عادت اند کہ بمصالح خاصہ و مناسبت خفیہ ابتداء بظہور آمدہ و رفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ

الحاصل حق یہ ہے کہ مذکورہ تخصیصات سبھی تعیناتِ عادیہ سے ہیں جو ہرگز کسی طعن اور ملامت کے قابل نہیں ۔ اتنی بات کو حرام اور بدعت شنیعہ کہنا کھلی ہوئی جہالت اور قبیح خطا ہے ۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی شاہ رفیع الدین دہلوی مرحوم نے اپنے فتوے میں کیا ہی عمدہ انصاف کی بات لکھی ہے ۔ ان کی عبارت یوں نقل کی گئی ہے :

سوال : بزرگوں کی فاتحہ میں کھانوں کو خاص کرنا ، مثلاً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ میں کھچڑا ، شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ میں توشہ و غیر ذلک ، یوں ہی کھانے والوں کو خاص کرنا ، ان سب کا کیا حکم ہے ؟

جواب : فاتحہ اور طعام بلاشبہہ مستحسن ہیں ، اور تخصیص جو مخصص (خاص کرنے والے) کا فعل ہے

---

[۱] التفسیر الکبیر للرازی زیر آیۂ سلام علیکم مطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۷/ ۴۵

[۲] زبدۃ النصائح

[۳] فتاوٰی شاہ رفیع الدین

وُہ اس کے اختیار میں ہے، ممانعت کا سبب نہیں ہوسکتا۔ یہ خاص کرلینے کی مثالیں سب عرف اور عادت کی قسم سے ہیں جو ابتدا میں خاص مصلحتوں اور خفی مناسبتوں کی وجہ سے رُونما ہوئیں پھر رفتہ رفتہ عام ہوگئیں۔" الخ

ثم اقول بلکہ اگر اینجا خود ہیچ مصلحتے دینی نباشد تا عدمِ مصلحت وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار این کار شود ورنہ مباح کجا رود۔ امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا راوی ست حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود صیام السبت لا لك ولا علیك[1] روز ہائے روز شنبہ نہ مر تراست نہ بر تو علماء در شرحش فرمایند لا لك فیه مزید ثواب ولا علیك فیه ملام ولا عتاب[2] نہ ترا دروے افزونی ثوابے نہ بر تو دروے ملامتے وعتابے۔ روشن شد کہ تخصیص بے مخصص اگر نافع نباید مضر ہم نباشد وھو المدعی آرے ہر عامی کہ این تعین عادی را توقیت شرعی داند گمان برد کہ ایصالِ ثواب در غیر این ایام صورت نہ بندد یا روا نہ باشد یا ثواب ایں ایام از ایام دیگر اتم ست واوفر بلاشبہہ غلط کار و جاہل و درین خاطی ومبطل ست، اما این قدر گمان معاذ اللہ در اصل ایمان خلل نیارد نہ موجب عذاب قطعی ووعید حتمی گردد۔ چنانکہ امام الطائفہ در تقویۃ الایمان اعتقاد دارد و این جہالتِ فاحشہ او از جہل آں عامی بدر جہا بتر ست آں

ثم اقول بلکہ اگر یہاں خود کوئی دینی مصلحت نہ ہو (تو بھی حرام نہیں ہوسکتا) کیونکہ مصلحت نہ ہونے کا معنٰی یہ نہیں کہ مفسدہ موجود ہے کہ باعثِ انکار ہوجائے ورنہ مباح کہاں جائے گا؟

امام احمد مسند میں بسندِ حسن ایک صحابیہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنیچر کے روزے نہ تیرے لیے نہ تیرے اوپر ــــ علماء نے اس کی شرح میں فرمایا: نہ تیرے لیے اس میں کسی ثواب کی زیادتی ہے نہ اس میں تجھ پر کوئی عتاب اور ملامت ــــ واضح ہوا کہ بے وجہ تخصیص کے خاص کرلینا اگر مفید نہ ہو تو مضر بھی نہ ہوگا۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ ہاں جو عامی شخص اس تعیینِ عادی کو توقیتِ شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان کے علاوہ دنوں میں ایصالِ ثواب ہوگا ہی نہیں، یا جائز نہیں، یا ان ایام میں ثواب دیگر ایام سے زیادہ کامل و وافر ہے، تو بلاشبہہ وہ شخص غلط کار اور جاہل ہے اور اس گمان میں خطا کار اور صاحبِ باطل ہے ــــ لیکن اتنا گمان اصل ایمان میں خلل نہیں لاتا، نہ ہی کسی قطعی

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امراۃ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۳۶۸

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۵۱۲۰ دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۳۰

از جہلے وجزافے بیش نیست۔ وایں ضلال بعید و
اعتزال شدید است ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز
الحمید اینجا نیز حصۂ امام الطائفہ در سفاہت وسخافت و
حمق وجزافت پیداست یقال لھم لیس من یعلم
کمن لا یعلم ہمچناں آنچہ عوام جہلہ در باب ایصال
ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریاء وسمعہ
تفاخر جمع اغنیاء ومنع فقراء وآنکہ در سوم جماعتے یکجا
نشستہ ہر ہمہ قرآن بجہر خوانند وفریضہ استماع از
دست دہند ایں ہمہ ممنوع ومحظور ومکروہ ومحذور ست
علماء را باید کہ بر مفاسد زوائد سرزنش کنند نہ آں کہ
باطلاق لسان وسلاطت زبان اصل کار را زنند۔
چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ
تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات
عدیدہ خو کردہ اند۔ ایں معنی مستلزم نہی از نماز نباشد
بلکہ ازیں خصائل شنیعہ تحذیر وترہیب می باید کرد،
وبرادائے نماز تحریص وترغیب ایں ست۔ سخن مجمل و
قول فیصل کہ خواص آنسو وبعض عوام ایں سو ہر دو را
گراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق ایں است واز حق نشاید
گزشت واللہ الھادی الی سبیل الرشاد
والصلوٰۃ والسلام علی المولی الجواد محمد
وآلہ وصحبہ الامجاد۔ واللہ تعالٰی اعلم
وعلمہ جل مجدہ اتم۔

عذاب اور حتمی وعید کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ
امام الطائفہ کا اپنی تقویۃ الایمان میں یہ اعتقاد ہے
اور اس کی یہ جہالتِ فاحشہ اس عامی کی جہالت سے
بدرجہا بدتر ہے ——— وہ ایک نادانی اور اٹکل سے
زیادہ نہیں، اور یہ بڑی گمراہی اور شدید اعتزال ہے
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید ——— یہاں
بھی سفاہت، سخافت، حماقت اور جزافت میں امام
الطائفہ کا حصہ نمایاں ہے۔ ان سے کہا جائے گا
جاننے والا انجان کی طرح نہیں۔ اسی طرح جاہل عوام
نے ایصالِ ثواب کے باب میں جو ناپسندیدہ امور
پیدا کرلیے ہیں ——— جیسے نمائش، ناموری، مفاخرت،
مالداروں کو جمع کرنا، محتاجوں کو منع کرنا، اور یہ کہ سوم
میں ایک جماعت اکٹھا بیٹھتی ہے اور سب کے
سب بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں اور سننے کا
فرض ترک کرتے ہیں، یہ سب ممنوع و ناروا، مکروہ
اور برا ہے ——— علماء کو چاہیے کہ ان زائد مفاسد
پر سرزنش کریں نہ یہ کہ پوری بے لگامی اور زبان درازی سے
اصل عمل ہی کو ختم کر ڈالیں، جیسے بہت سے عوام نماز
خصوصاً نوافل میں جنھیں تنہا ادا کرتے ہیں تعدیلِ ارکان
وغیرہ کی عدم رعایت جیسے متعدد ممنوعات کے عادی
ہیں، یہ حالت اس کو مستلزم نہیں کہ انھیں نماز ہی
سے روک دیا جائے، بلکہ ان بری عادات سے بچانا
اور ڈرانا چاہیے اور نماز ادا کرنے کی تشویق و ترغیب ہونی چاہیے ——— یہ ہے اجمالی کلام اور قولِ فیصل، جو اس
طرف کے خواص اور اس طرف کے بعض عوام دونوں پر گراں گزرے گا، مگر کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق
سے تجاوز نہیں ہوسکتا ——— اور خدا ہی راہِ ہدایت کی جانب ہادی ہے ——— فیاض آقا حضرت محمد،
اور انکی بزرگ آل واصحاب پر درود وسلام ہو اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس ذات بزرگ کا علم سب سے کامل ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۴: از بغداد شریف، آرمرڈ کار ٹینک کور مسئولہ علی رضا خاں فرمستری ۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فاتحہ دلانا شرع سے جائز ہے یا نہیں؟ کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی؟ بینوا توجروا

الجواب

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ وان نواہا عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ[1]۔

اصل یہ ہے کہ جو کوئی عبادت کرے اسے اختیار ہے کہ اس کا ثواب دوسرے کے لئے کردے اگرچہ ادائے عبادت کے وقت خود اپنے لئے کرنے کی نیت رہی ہو، ظاہر دلائل سے یہی ثابت ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

سواء کانت صلٰوۃ او صوما او صدقۃ او قراءۃ[2]۔

خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرأت۔(ت)

اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافرخانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان اُن کو فعلِ ثواب سمجھتے ہیں، کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے، یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بیشک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ متاع قلیل ولہم عذاب الیم[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید و کلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب الحج عن الغیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۱

[2] ردالمحتار " " " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/ ۲۳۶

[3] القرآن ۱۶/ ۱۱۶-۱۱۷

38
38

الجواب

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مُردہ کو ثواب پہنچتا ہے، اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وُہ ثواب پاکر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے، تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔ اس میں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے :

صوم یوم السبت لالك ولا علیك[1] (سنیچر کے روزہ میں نہ تیرے لیے کوئی مزید فائدہ، نہ کوئی نقصان۔ت)

اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے، غنی لوگ اس میں سے نہ لیں۔ باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں مثلاً اس میں شادی کے سے تکلفات کرنا، عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں بیجا ہیں۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں، نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶ ازکرہ ڈگسائی ضلع شملہ بمعرفت کمال الدین مرچنٹ مرسلہ حبیب اللہ ۹ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ کھانے کے اوپر کلام الٰہی یعنی الحمد اور قل ھو اللہ پڑھنا منع ہے، اور پڑھنے سے طعام حرام ہوجاتا ہے۔ لہذا امیدوار ہوں کہ کلام الٰہی سے کھانا کیوں حرام ہوگیا، اور کلام الٰہی کیا ایسا خراب ہے جس کے پڑھنے سے حلال چیز حرام ہوجائے؟

الجواب

فاتحہ بیشک جائز ہے، وہ مسلمان میت کو نفع پہنچتا ہے، اور فرض کے بعد کوئی چیز مولٰی تعالٰی کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ مسلمان کو نفع پہنچایا جائے۔

حدیث میں ہے :

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه[2] جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (ت)

دُوسری حدیث میں ہے :

احب الاعمال الی المولی تعالٰی بعد الفرائض اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں فرائض کے بعد سب سے زیادہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/ ۳۶۸
[2] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۲۴

ادخال السرور فی قلب المسلم[1] — پسندیدہ عمل یہ ہے کہ مسلمان کا دل خوش کرے (ت)

جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے سے کھانا حرام ہوجاتا ہے وہ کذاب ہیں، شرعِ مطہر پر افترا کرتے ہیں، قرآن مجید میں ہے ایسے لوگ فلاح نہ پائیں گے ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ان پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء و الارض[2] — جو بغیر علم کے فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہو۔ (ت)

ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

ایاکم و ایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[3] — ان سے دُور رہو اور ان کو اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۷: از الہ آباد مسئولہ محمود مستری صاحب ۱۳۳۲ھ

اپنے بزرگوں کے نام پر کھانا پکوا کر اس کو آگے رکھ کر پانی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا جائز یا ناجائز؟ موافق حدیث شریف نیت گیارھویں شریف کرکے فاتحہ پیرانِ پیر صاحب کی جائز ہے یا نہیں؟ کس کا طریقہ ہے؟ یا سنّت ہے؟ فقط

الجواب

اموات مسلمین کے نام پر کھانا پکا کر ایصالِ ثواب کے لیے تصدق کرنا بلاشبہہ جائز و مستحسن ہے اور اس پر فاتحہ سے ایصالِ ثواب دوسرا مستحسن ہے، اور دو چیزوں کا جمع کرنا زیادتِ خیر ہے۔ اور پانی سے بھی ایصالِ ثواب کرسکتے ہیں۔ بلکہ حدیث میں ہے: افضل الصدقۃ سقی الماء[4] سب سے بہتر صدقہ پانی پلانا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: جہاں پانی نہ ملتا ہو کسی کو پانی پلانا ایک جان کو زندہ کرنے کی مثل ہے اور جہاں پانی ملتا ہو وہاں

---

[1] مرقات المفاتیح عن ابن عباس بحوالہ الطبرانی کتاب الادب مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۷۵۳
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الاوسط باب فضل قضاء الحوائج دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۹۳
الترغیب والترہیب کتاب البر والصلۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۹۴

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] الدر المنثور زیر آیۃ افیضوا علینا من الماء الخ مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۳/ ۹۰

پلانا غلام کو آزاد کرنے کے مثل ہے اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ت) یُوں ہی گیارھویں شریف جائز ہے اور باعثِ برکات اور وسیلہ مجرب بہ قضاءِ حاجات ہے۔ اور خاص گیارھویں کی تاریخ کی تخصیص تخصیصِ عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے جبکہ اُسے شرعاً واجب نہ جانے، کمابیناہ فی فتاونٰا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوم یوم السبت لا لک ولا علیک[1] (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے زیادہ نافع نہ تجھ مضر۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۱ تا ۱۹۵: از اودے پور میواڑ محلہ جھاوت دوڑی مرسلہ فتح محمد ورحیم بخش نعلبند ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

میرے آقا میرے ہادی، حضرت مولٰنا دام اقبالہٗ

(۱) متوفی کے نام پر دونوں وقت مساکین کو کھانا کھلانے اور خرات کرنے سے مرحومہ کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۲) مرحومہ کے نام پر ایک پانی کا برتن پرندوں کے پانی پینے کے لیے رکھا ہے اور انھیں اناج بھی ڈالنا، اور مرحومہ کے نام پر کتّے کو بھی روٹی ڈالنا اس کا بھی ثواب پہنچے گا یا نہیں؟

(۳) بیس روپے کے ہدیہ میں تیس پارے علیحدہ علیحدہ منگا کر مرحومہ کے نام پر مسجد میں نمازیوں کے پڑھنے کے لیے رکھے ہیں، اور فقیر و مساکین کو جوڑا کپڑا بھی دیا جائے تو ان کا بھی مرحومہ کو ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۴) مرحومہ کی قبر پر دونوں وقت پھُول چڑھانا اور اگربتّی جلانا اور فاتحہ پڑھنا اس سے بھی ثواب ملے گا؟ اور میرے قبر پر جانے کا حال مرحومہ کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵) اور میلاد شریف مرحومہ کے نام سے کرنا اس کا بھی ثواب ملے گا؟

(۶) ربیع الاوّل کے ماہ ختم ہونے کی پنجشنبہ چاندرات کی صبح کو انتقال ہُوا اور دو بجے دفن ہوئی اور بعد مغرب تک قرآن پڑھنے والے کو جمعہ کو سپرد کرنے کے لیے بٹھا رکھا، اور یہ جمعہ میں شریک ہوئے یا نہیں؟

(۷) مرحومہ کو شروع نو ماہ کا حمل تھا، خون جاری ہو کر انتقال ہوا اور کفن پر بھی خُون کا داغ تھا، گو میّت کو غسل دے دیا تھا مگر وقتِ دفن بھی خون کا داغ نظر آیا، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۸) مرحومہ میرے خواب میں آئیں، ایک کُرسی پر بیٹھے ہُوئے چھوٹے چھوٹے بچّوں کو پڑھاتے ہوئے نظر آئیں، اور کسی روز خواب میں بنگلے باغیچے میں بیٹھے ہُوئے خوش و خُرم دیکھنا اور مجھے صبر کے لیے کہنا اور مجھ سے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/۳۶۸
الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۵۱۳ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۲۳۰

اپنا حال ظاہر کرنا، یہ معاملہ کیا ہے؟ کوئی دن خواب میں نہیں ٹلتا۔

الجواب

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل دے۔ لاحول شریف ۷۰ بار پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پر دم کرکے پی لیا کیجئے۔ مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا جس میں نہ محتاج پر احسان رکھا جائے نہ اس کو تکلیف دی جائے۔ پرندوں کے لیے پانی رکھنا، دانہ ڈالنا حتی کہ کتے کو روٹی دینا، مسکین کو کپڑا دینا، میلاد شریف پڑھوانا، یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے ہدیے سے۔ ملائکہ ان ثوابوں کو نور کے طبق میں رکھ کر میت کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے! یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے تجھے بھیجا ہے۔ قرآن مجید کے پارے پڑھنے کے لیے مسجد میں رکھنے کا صدقہ جاریہ ہے جب تک وہ رہیں گے اور پڑھے جائیں گے اس رکھنے والے اور میت کو ثواب پہنچے گا، اور کیسا ثواب پہنچے گا، ہر حرف پر دس نیکیاں۔ اور صحیح حدیث میں فرمایا:

"میں نہیں فرماتا الم ایک حرف ہے بلکہ الف الگ حرف ہے، لام الگ حرف ہے، میم الگ حرف ہے۔"[1]

میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے، وہ جب تک تر ہے رب العزت کی تسبیح کرتا ہے اور میت کا دل بہلتا ہے۔ اگر کی بتی جلانا اگر تلاوت قرآن کے وقت تعظیم قرآن کے لیے ہو یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں ان کی ترویح کے لیے ہو تو مستحسن ہے، ورنہ فضول اور تضییع مال۔ میت کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ قبر مسلم پر جو زیارت کے لیے جاتا ہے میت اسے دیکھتا ہے اور اس کی بات سنتا ہے۔ اگر دنیا میں اسے پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے کہ میرا فلاں عزیز یا دوست میرے پاس آیا۔ اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اتنا جانتا ہے کہ ایک مسلمان آیا اور ثواب رسانی کرتا ہے۔ جمعہ کو سپرد کرنا کوئی چیز نہیں۔ نہ غیر جمعہ میں مرنے والے کو اس سے جمعہ مل سکے۔ حمل میں انتقال شہادت ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا: المرأۃ تموت بجمع شہید[2] (عورت جو حمل کی وجہ سے مرے شہید ہے۔ ت) خواب بہت اچھا ہے ان شاء اللہ ان کے لیے دلیل مغفرت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۶ تا ۱۹۸: از چمن سرائے سنبھل مرسلہ احمد خان صاحب ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۱۵/۲

[2] موطا امام مالک النہی عن البکاء علی المیت میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱۶

(۱) عشرۂ محرم الحرام میں کھانے یا شیرینی یا مالیدہ یا شربت جس قدر میسر ہو رُو برو رکھ کر ہاتھ اٹھا کر الحمد شریف، قل ہو اللہ شریف، درود شریف پڑھ کر یہ کہنا کہ نذرِ اللہ و نذرِ رسول، میں اس کھانے اور جو کلام پڑھا ہے اُس کا ثواب بروحِ پاک جناب امامین و جمیع شہدائے دشتِ کربلا پہنچانا بخشتا ہوں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کھانا یا جو کچھ فاتحہ کا ہے یہ حقِ محتاجین ہے یا غنی بھی کھا سکتے ہیں؟ اور شریعت میں شرائط اور صفاتِ محتاج کیا ہیں؟ اور جو شخص مسلمان ہو کر نذر و نیاز بزرگانِ دین کو حرام بتائے بلکہ یہ کہے کہ شربت سبیل جناب امام حسین علیہ السلام کا نعوذ باللہ مثل پیشاب ہے، ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سلام یا مصافحہ ایسے شخص سے کرے یا نہیں؟

(۲) تیجہ، دسواں، چہلم، ششماہی، برسی جائز ہے یا نہیں؟ اور رُوحیں ان ایام میں آتی ہیں یا نہیں؟ اور اپنے عزیزوں کا اُن کو علم ہوتا ہے یا نہیں؟ اور کھانا اُن کی فاتحہ کا کس کس کا حق ہے؟ اور اگر فاتحہ دلانے والا خود محتاج ہے تو فاتحہ دلا کر خود کھالے اور بچوں کو کھلائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور الفاظ ثواب رسانی کیا ادا کرے؟ اور اگر غنی فاتحہ دے اور ثواب پہنچائے بروحِ اموات، تو ثواب کھانے اور فاتحہ کا فوراً اس میّت کو پہنچے گا یا ایک عبادت کا؟ اگر محتاجین کو کھانا فاتحہ نہ دے تو نیت پر ثواب پہنچا یا نہیں؟ اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائطِ محتاج ثابت ہوں تو پھر کھانا کسے دے اور کہاں صرف کرے؟ اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضور کے صحابہ نے فاتحہ دی یا نہیں؟ اور تیجہ صحابہ میں ہوتا رہا یا نہیں؟

(۳) قبرِ اہل اللہ پر شامیانہ چڑھانا یا شیرینی نزد قبر رکھ کر ایصالِ ثواب کرنا یا چراغ نزد قبر جلانا یا عرس کرنا جائز ہے یا حرام ہے؟

الجواب

(۱) شیرینی وغیرہ پر حضرات شہدائے کرام کی نیاز دینا بیشک باعثِ اجر و برکات ہے اور عشرۂ محرم شریف اُس کے لیے زیادہ مناسب، اور جبکہ وہ منت مانی ہوئی نہ ہو تو اغنیاء کو بھی اس کا کھانا جائز ہے۔ وقتِ فاتحہ کھانا سامنے رکھنے کی ممانعت نہیں مگر اُسے ضروری جاننا یا یہ سمجھنا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہوسکتی یا ثواب کم ملے گا' غلط و باطل خیال ہے۔ فاتحہ پڑھ کر جب ایصالِ ثواب کا وقت جس میں دُعا کی جاتی ہے کہ الٰہی! یہ ثواب فلاں کو پہنچا۔ اُس وقت ہاتھ اٹھانا چاہیے کہ یہ دُعا کی سنّت ہے۔ جس وقت تک قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے ہاتھ اُٹھانے کی حاجت نہیں۔ ہاں سورۃ فاتحہ شریف خود دعا ہے، یوں ہی درود شریف۔ حدیث میں فرمایا: افضل الدعاء الحمد للہ[1] (سب سے افضل دعا الحمد للہ ہے۔ ت) اور قل ہو اللہ

[1] سنن ابن ماجہ باب فضل الحامدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۸
المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۸

شریف ذکر حمد الٰہی ہے، اور علماء فرماتے ہیں: کُل دعا ذکر اور کل ذکر دعا، تو وہ بھی دُعا ہے۔ اس نیت سے اُن کے پڑھتے وقت ابتداء ہی سے ہاتھ اُٹھائے تو ضرور بجا ہے اور اکابر کو ثواب رسانی میں بخشنے کا لفظ کہنا بیجا ہے بخشنا بڑے سے چھوٹے کے لیے ہوتا ہے، اور ایصالِ ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہیے۔ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اُسے نذر کیا جائے، ہاں نذرِ رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے اسے عرف میں نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے۔ اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاویٰ افریقہ میں ہیں۔ اور تازہ ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب انسان العین فی مشائخ الحرمین میں حال سید عبدالرحمٰن ادریسی قدس سرہٗ میں فرماتے ہیں:

از اطراف دیار اسلام نذور برائے وے می آوردند۔[1] مسلمان علاقوں سے ان کیلئے نذریں پیش کی جاتی ہیں (ت)

جو مالکِ نصاب نہ ہو شرعاً اُسے محتاج کہتے ہیں۔ جو نذر و نیاز کو حرام بتائے اور شربتِ نیاز کی نسبت وہ ناپاک ملعون لفظ کہے وہ نہ ہوگا مگر وہابی۔ اور وہابیہ اصلاً مسلمان نہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض۔ اور اس سے مصافحہ حرام اور اسے سلام کرنا ناجائز و گناہ۔

(۲) تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں جبکہ اللہ کے لیے کریں اور مساکین کو دیں۔ اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں۔ فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے، اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچوں کو کھلائے سب اجر ہے۔ حدیث میں ہے:

ما اطعمت ولدك فهولك صدقة وما اطعمت خادمك فهولك صدقة وما اطعمت نفسك فهولك صدقة۔[2] جو کچھ تو اپنی اولاد کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، اور جو کچھ تو اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے نفس کو کھلائے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔ (ت)

ثواب رسانی میں کہے کہ الٰہی! جو ثواب تُو نے مجھ کو عطا فرمایا وہ میری طرف سے فلاں شخص کو پہنچا دے غنی ہو یا فقیر ہو۔ اگر صرف فاتحہ دے گا تو اُسی کا ثواب پہنچے گا اور صرف کھانا دے گا تو اُسی کا، اور دونوں تو دونوں کا۔ اور ثواب پہنچانا صرف نیت ہی سے نہ ہو بلکہ اُس کی دُعا بھی ہو۔ یہ سوال کہ (اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائط محتاج شرلعیت ثابت ہوں) خلاف واقع ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں محتاج نہیں۔

---

[1] انسان العین فی مشائخ الحرمین

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۴/۱۳۱

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کے لیے حکم بھی دیا، اور صحابہ نے ایصالِ ثواب کیا، اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا۔ تخصیصات عرفیہ جبکہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں۔ حدیث میں ہے: صوم یوم السبت لا لك ولا علیك[1] (شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے زیادہ نافع نہ کچھ مضرت۔ ت)

(۳) مزارِ اولیاء پر نفع رسانی زائرین حاضرین کے لیے شامیانہ کھڑا کرنا، یونہی ان کے نفع کو چراغ جلانا، اور عرس کہ منہیاتِ شرعیہ سے خالی ہو اور شیرینی پر ایصالِ ثواب، یہ سب جائز ہیں۔ اور نزد قبر رکھنے کی ضرورت نہیں، نہ اس میں جرم جبکہ لازم نہ جانے۔ چراغ کی تفصیل ہمارے رسالہ بریق المنار بشموع المزار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مسئولہ احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

مُردہ کو جو پڑھ کر کلام مجید یا درود شریف یا کھانا مساکین کو کھلائیں یا کپڑا خیرات کریں تو اس کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں اور وہ کس صورت میں مُردہ کو پہنچتا ہے؟ اور مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے فلاں شخص یا عزیز نے بھیجا ہے یا نہیں؟ معلوم ہوتا ہے اگر معلوم ہوتا ہے تو کس طریقہ سے؟ فقط

الجواب

مسلمان میت کو جو ثواب پہنچایا جائے اُسے پہنچتا ہے اور اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے حیات میں تحفہ بھیجنے سے اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے فلاں عزیز یا دوست یا مسلمان نے بھیجا ہے۔ یہ سب مضامین احادیث میں وارد ہیں بینھا الامام الجلیل الجلال السیوطی فی شرح الصدور (ان کو امام جلیل جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں بیان فرمایا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۰ از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مسئولہ احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

زید تین مرتبہ یٰسٓ شریف اور ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک سو مرتبہ درود شریف اور اس کے علاوہ جو کچھ ہوسکتا ہے پڑھ کر بخشتا ہے اور دعا اس کے واسطے مغفرت کے کرتا ہے وہ اس کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور یہ دعا اور اس کا پڑھنا اس کی مغفرت کو کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی نہیں ہے تو موافق شرع شریف کے کوئی عمل یا دعا تحریر فرمائیے تاکہ اس کے پڑھنے سے ہندہ کے مغفرت کو کافی ہو۔ فقط

الجواب

ثواب پہنچتا ہے اور مغفرت باختیارِ خدا ہے۔ قل ہو اللہ شریف گیارہ بار کر دے اور سورۂ ملک شامل

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امرأۃ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۳۶۸

کرے کہ وہ بالخصوص عذابِ قبر سے بچانے کو اکسیرِ اعظم ہے۔ اس کا نام واقعہ مانعہ منجیہ ہے، حفاظت کرنے والی، عذاب دفع کرنے والی، نجات دینے والی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۱ تا ۲۰۴ از شفاخانہ فرید پور، ڈاکخانہ خاص، اسٹیشن بھمبر پور ضلع بریلی مسئولہ عظیم اللہ کمپاؤنڈر، رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) زید کو گیارھویں شریف کس طریقے سے کرنی چاہیے؟ آیا اس کو دل میں یہ نیت یا خیال کرنا چاہیے یا سمجھنا چاہیے کہ یہ کھانا اللہ تعالٰی کے لیے کرتا ہوں، اور جو کچھ ثواب مجھ کو ملے وہ ثواب گیارھویں والے میاں صاحب کو پہنچے، یا اس خیال اور نیت سے کرے کہ یہ کھانا میں گیارھویں شریف والے میاں صاحب کو کرتا ہوں، وہ مجھ سے خوش اور راضی ہوں گے اور اللہ تعالٰی سے دعا کریں گے یا مجھ کو اس کا بدلہ دیں گے۔ اس طریقہ سے جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) فاتحہ دینا کس طریقہ سے جائز ہے، کھانے کے اوپر سے دعا کریں گے جائز ہے یا نہیں؟ جس کھانے پر زید کو فاتحہ دینا ہے اس کو تناول کرنے کے بعد یعنی کھانا کھاچکنے کے بعد فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) زید کے پاس ایک شخص تین جگہ بتاسے لایا کہ ایک پر اللہ رسول کے نام کی فاتحہ دے دو، دوسری جگہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری جگہ محلہ میاں صاحب کی بعد فاتحہ کے ان بتاسوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طریقہ سے کرنا اور پینا چاہیے اور کیا نیت ہونا چاہیے؟

الجواب

(۱) یہ دو طریقے نہیں بلکہ ایک ہی طریقہ ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے ہونے کے یہ معنی نہیں کہ خود یہ کھانا حضور کے واسطے ہے، بلکہ قطعاً ثواب ہی مراد اور ان کی رضا جوئی اور ان سے حسنِ جزا اور نیک دعا کی طلب، ان میں سے کوئی بات شرعاً ممنوع نہیں۔

(۲) کھانے پر فاتحہ جائز ہے، قبل کھانے کے بھی اور بعد بھی۔ اور قبل دینے میں ایصالِ ثواب میں تعجیل ہے اور تعجیل خیر خیر ہے۔

(۳) فاتحہ بمعنی ایصالِ ثواب ہے، اور اللہ عزوجل کے نام کی فاتحہ ہونا بے معنٰی ہے، وہ ثواب سے پاک و منزہ ہے۔ باقی یہ تین متفرق فاتحہ ہونے نے بتاسوں کو کیوں ناجائز کردیا۔

(۴) نیت ایصالِ ثواب کی ہو اور ریا وغیرہ کو دخل نہ ہو۔ اس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں، شربت کریں اور عرض کریں کہ الٰہی! یہ شربت تردیح روح پاک حضرت امام کے لیے کیا ہے۔ اس کا ثواب انھیں پہنچا اور

ساتھ فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو اور افضل، پھر مسلمانوں کو پلائیں اور من واذی سے بچیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵ از سہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابر میں ایک شخص سورہ اخلاص و فاتحہ و معوذتین وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتا ہے: یا اللہ! ان آیات کا ثواب روحِ مقدس حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ، تابعین اور اولیائے اُمت اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت تک جو مسلمان مرے ہیں اور جو یہاں مدفون ہیں سب کی ارواح کو پہنچے یا پہنچادے۔ اس کی اصلاح فرمائی جائے۔

الجواب

اس میں اتنا اور اضافہ کرنا انسب ہے کہ جتنے مسلمان مرد و عورت اب موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آنے والے ہیں، اُن سب کی رُوح کو پہنچادے، اُسے تمام مومنین و مومنات اولین و آخرین سب کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۶ از کانپور محلہ بوچڑخانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمن جیشانی طالبعلم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علماء کرام رحمکم اللہ تعالٰی! تمہارا کیا جواب ہے۔ت) اس مسئلہ میں کہ مُردہ کا نام لے کر فاتحہ بخش دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں ــــ وقد حققناہ فی البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ فی المسلك المتقسط للملا علی القاری وعنہ نقل فی ردالمحتار یقرأ ماتیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعا او ثلثا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ماقرأناہ الی فلان اوالیھم[1] اھ ملخصا وفی الشامیۃ ایضا صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ

اور ہم نے اس کی تحقیق البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ میں کی ہے۔ ملّا علی قاری کی المسلک المتقسط میں ہے اور اس کے حوالے سے ردالمحتار میں بھی نقل ہے کہ سورۃ فاتحہ اور سورہ اخلاص سات بار یا تین بار جس قدر میسر ہو پڑھے، پھر یہ کہے کہ اے اللہ! ہم نے جو پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا ان سب کو پہنچادے اھ ملخصاً۔ شامی ہی میں یہ بھی ہے کہ ہمارے علماء نے باب الحج عن الغیر میں صراحت فرمائی ہے

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتقسط مع ارشاد الساری فصل لیستحب زیارۃ اھل المصلی دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۴

صلوۃ اوصوما اوصدقۃ اوغیرھا کذا فی الھدایۃ[1] الخ واﷲ تعالٰی اعلم

کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا کچھ اور۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے الخ ــــ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے(ت)

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۰۹: ازرائے بریلی مدرسہ رحمانیہ مرسلہ حافظ نیاز حسین صاحب ۱۷ شعبان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بوقت ایصالِ ثواب فلان ابن فلان کہنے کی ضرورت ہوگی یا محض اس کا نام لینا کافی ہوگا؟ اگر ولدیت کے اظہار کی ضرورت ہوگی اور اس سے لاعلمی ہے تو ایصالِ ثواب کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا؟

(۲) بروزِ وفات جو کھانا اہلِ میت کے یہاں بطریق بھاجی بھیجا جاتا ہے اس کو اہلِ میت کے اعزاء قریب یا اعزاء پڑوسی خواہ مرد ہوں یا عورت جو بعض مصروفِ تجہیز وتکفین رہتے ہیں اور بعض اگرچہ اپنے یہاں کھانا پکاکر کھاسکتے ہیں مگر عرفاً معیوب سمجھ کر محض بخیال ہمدردی اہلِ میت اس کے شریکِ حال رہتے ہیں اُس کھانے کو کھاسکتے ہیں یا نہیں؟ بصورتِ عدمِ جواز کھانا مکروہ ہوگا یا حرام؟

(۳) بروزِ سوم، دہم، چہلم، ششماہی وغیرہ جو کھانا بغرضِ ایصالِ ثواب پکاکر مساکین کو تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بقدرِ ضرورت اضافہ کرکے علاوہ مساکین کے دیگر اعزہ واحباب کو کھلایا اور اہلِ برادری میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بصورتِ جواز کتبِ فقہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا: التقریب للسرور لا للحزن (تقریب خوشی کے لیے ہوتی ہے غمی کے لیے نہیں۔ت) بصورتِ عدمِ جواز کھانا اُس کا مکروہ ہوگا یا حرام؟

الجواب

(۱) ایصالِ ثواب بذریعہ دُعا ہے اور دُعا رب عزوجل سے۔ اور رب عزوجل بکل شیئ علیم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ فلاں سے اس کی مراد وہ شخص ہے ولدیت وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں۔

(۲) پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہے بھیجنا سنّت ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت، نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے نہ اور اس میں کھائیں۔ وبیان ذٰلک فی فتاوٰنا (اور اس کا بیان ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

(۳) ایصالِ ثواب سنّت ہے اور موت میں ضیافت ممنوع۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ روی الامام احمد وابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبداللّٰہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ[1]۔

اہلِ میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعتِ شنیعہ ہے۔ امام احمد اور ابنِ ماجہ بسندِ صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں ہم گروہِ صحابہ اہلِ میّت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ (ت)

جب علماء نے اسے غیر مشروع و بدعتِ قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع و بدعتِ قبیحہ ہوا کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیت پر اعانت گناہ۔

قال اللّٰہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۰: از حبوالہ ضلع بجنور تحصیل دھانپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کا تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں متعین کرکے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ایک اشتہار دیں جو آپ کی جانب سے تھا اور مشتہر اس کے لعل خاں تھے، دیکھا تھا کہ دسواں بیسواں متعین کرکے کرنا اور میلادِ مروّجہ بہتر نہیں۔ الفاظ اس کے بعینہٖ مجھے یاد نہیں۔

الجواب

اموات کو ایصالِ ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[3]۔

جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (ت)

اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انھیں شرعاً لازم نہ جانے۔ یہ نہ سمجھے کہ انہی دنوں ثواب

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲
[2] القرآن ۵/۲
[3] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۲۴

پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صوم یوم السبت لالك ولا علیك[1] (روزِ شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے، نہ تیرے اوپر۔ ت)

میرے فتاوٰی ورسائل مجلس مبارک کے استحباب اوران اشیاء کے جواز سے مالا مال ہیں۔ حامیِ سنّت حاجی لعل خاں نے کوئی اشتہار اس مضمون کا نہ دیا، وہابیہ کا کوئی افترا، آپ کی نظر پڑا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۱ از شہر بازار بانس منڈی معرفت عبدالحکیم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گیارھویں شریف کو منع کرے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور گیارھویں شریف کا کرنا سنّت ہے یا مستحب؟ اگر سنّت ہے تو زائدہ ہے یا مؤکدہ؟ اور سنت سے کون سی سنّت مراد ہوگا؟ آیا سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا سنّتِ صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین؟ اور جیسے گیارھویں شریف کو ہم لوگ گیارہ تاریخ میں ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر گیارہ تاریخ کے بجائے بارہ یا تیرہ کو کرے تو ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے ہی تیجے کو یا چہلم کو ایک دن یا دو دن آگے پیچھے کریں تو کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو جیسے ہم لوگ کرتے ہیں کہ تیسری کو تیجا اور گیارہ تاریخ کو گیارھویں اور چہلم کو چہلم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور بتاسے اور ریوڑی وغیرہ سامنے لانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور بجز لانے کے نیاز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور چند سُورہ جو مروّجہ ہیں اُن کے علاوہ اور کوئی سورہ شریف پڑھ کر فاتحہ و نیاز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالدلیل توجروا عند الجلیل باجر جزیل۔

الجواب

یہاں گیارھویں شریف کو منع کرنے والے نہیں مگر وہابی یا رافضی، اور دونوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ گیارھویں شریف اپنے مرتبہ فردیت میں مستحب ہے اور مرتبہ اطلاق میں کہ ایصالِ ثواب ہے سنّت ہے، اور سنّت سے مراد سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور یہ سنّت قولیہ مستحبہ ہے۔ یہ "ہم لوگ" کہنا اپنی تہ میں وہابیت کا فریب رکھتا ہے۔ سُنّیوں میں کوئی اسے خاص گیارھویں تاریخ ہونا شرعاً واجب نہیں جانتا، اور جو جانے محض غلطی پر ہے۔ ایصالِ ثواب ہر دن ممکن ہے اور کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام جبکہ اُسے شرعاً واجب نہ جانے مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر پیر کو نفلی روزہ رکھتے کیا اتوار یا منگل کو رکھتے تو نہ ہوتا، یا اس سے یہ سمجھا گیا کہ معاذ اللہ حضور نے پیر کا روزہ واجب سمجھا؟ یہی حال تیجے اور چہلم کا ہے۔ روٹی کھاتے وقت روٹی کو سامنے لانے کی بھی ضرورت نہیں، پیٹھ کے پیچھے بھی رکھ کر کھاسکتے ہیں اور سر پہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امرأۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا دارالفکر بیروت ۶/ ۳۶۸

رکھ کر بھی توڑ سکتے ہیں مگر وہابیہ بھی التزاماً سامنے ہی رکھ کر کھاتے ہیں، کیا یہ شرعاً فرض واجب ہے؟ وہابیہ کے نزدیک جو واجب نہ ہو اس کے التزام سے شیطان کا حصہ آجاتا ہے۔ تو ثابت ہُوا کہ وہابیہ شیطان کا حصہ کھاتے ہیں، ایصالِ ثواب میں کوئی سورہ شرعاً معیّن نہیں، اور بلا اعتقادِ وجوب معیّن کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۲: از پیلی بھیت محلہ پکریا متصل سٹی ڈاکخانہ مسئولہ ملا لطیف احمد سوداگر لکڑی ۲۷ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آٹا جو روزمرہ پکانے کو نکالا جاتا ہے اس میں سے ایک چٹکی نکال کر جمع کی جائے، جب تیس دن مہینے کے پُورے ہوجائیں اور گیارھویں شریف کا دن آئے تو اس آٹے جمع کئے ہُوئے پر گیارھویں شریف کی فاتحہ درست ہے یا نہیں؟ اور روزمرہ ایک چٹکی آٹا برائے فاتحہ گیارھویں شریف جائز ہے یا نہیں؟ اگر روزمرہ چٹکی نکالنا ناجائز ہے تو دوسرا طریقہ کون سا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ طریقہ بہت برکت کا باعث ہے اور اس میں آسانی رہتی ہے۔ روز کے آٹے میں سے ایک چٹکی نکالنا معلوم بھی نہیں ہوتا اور وہ مہینہ بھر بعد ایک مقدار معتدبہ ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۳: از موضع گھرکھالی تھانہ منگنڈوا بازار بانچوراتہ ضلع ارکان عرف اکیاب مسئولہ مولوی ابوالحسن صاحب ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم صالح کا انتقال بروز جمعہ بوقتِ صبح ہوا۔ اب زید کے واسطے قبل نماز جمعہ تسبیح وتہلیل وختم قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب جائز ہے یا نہیں؟ برتقدیرِ اول جب زید قبر کے عذاب سے محفوظ ہے پھر ایصالِ ثواب کی کیا ضرورت، بناءً علیہ بعض علماء ان امور مذکورہ کو ناجائز فرماتے ہیں، اب قولِ فیصل کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے، جبکہ میّت کی تجہیز وتکفین میں اس کے باعث تاخیر نہ ہو۔ اس کا اہتمام اور لوگ کرتے ہوں، نہ اس کے سبب ان پڑھنے والوں کو جمعہ میں تاخیر ہوجائے۔ اس کے اہتمام کا وقت آنے سے پہلے فارغ ہوجائیں۔ اب یہ نفع بلاضرر اور اس حدیث صحیح کے عموم میں داخل ہے کہ،

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلیفعل[۱]۔ رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو تو چاہئے کہ اسے فائدہ پہنچائے۔ اسے امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

---

[۱] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۲۳

یہ خیال کہ جب وُہ بحکمِ حدیث اِن شاء اللہ العزیز فتنۂ قبر سے مامون ہے کہ اس مسلم کی موت روزِ جمعہ واقع ہُوئی خصوصاً وُہ خود ہی صالحین سے تھا تو اب ایصالِ ثواب کی کیا حاجت، محض غلط اور بے معنی ہے۔ ایصالِ ثواب جس طرح منعِ عذاب یا رفعِ عقاب میں باذن اللہ تعالٰی کام دیتا ہے یونہی رفعِ درجات و زیادتِ حسنات میں اور حق سبحانہٗ وتعالٰی کے فضل اور اس کی زیادت و برکت سے کوئی غنی نہیں۔

قال تعالٰی للذین احسنوا الحسنٰی و زیادۃ۔[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: نکوکاروں کے لیے بھلائی ہے اور مزید بھی ہے (ت)

سیدنا ایوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کو مولٰی جل وعلا نے اموالِ عظیمہ عطا فرمائے تھے۔ ایک روز نہارہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹیڑیاں برسیں، ایوب علیہ الصلٰوۃ والسلام چادر میں بھرنے لگے، رب عز وجل نے ندا فرمائی: یا ایوب الم اکن اغنیتك عما تری اے ایوب! جو تمھارے پیشِ نظر ہے کیا میں نے تمھیں اس سے بے پروا نہ کیا تھا؟ عرض کی: بلٰی وعزتك ولکن لا غنی لی عن برکتك[2] ضرور غنی کیا تھا تیری عزت کی قسم مگر مجھے تیری برکت سے تو بے نیازی نہیں رواہ البخاری واحمد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام بخاری و امام احمد و نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

جب حق جل وعلا کی دنیوی برکت سے بندہ کو غنا نہیں تو اس کی دینی برکت سے کون بے نیاز ہوسکتا ہے۔ صلحاء تو صلحاء خود اعاظم اولیاء بلکہ حضرات انبیاء بلکہ خود حضور پُرنور نبی الانبیاء علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ایصالِ ثواب زمانۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک معمول ہے حالانکہ انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام قطعاً معصوم ہیں، تو موتِ جمعہ یا صلاح کیا مانع ہوسکتی ہے! ردالمحتار میں ہے:

ان ابن عمر کان یعتمر عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرا بعد موتہ من غیر وصیۃ وحج ابن الموفق (رحمہ اللہ تعالٰی وھو فی طبقۃ الجنید قدس سرہ) عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبعین حجۃ وختم ابن السراج عنہ صلی اللہ تعالٰی

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کے بعد بغیر کسی وصیت کے ان کی طرف سے عمرے کیا کرتے تھے۔ ابن موفق رحمہ اللہ نے (جو حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے طبقہ سے ہیں) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے ستر حج کیے۔ ابنِ سراج نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] القرآن ۱۰/ ۲۶

[2] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل وایوب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۰
درمنثور بحوالہ احمد و بخاری و بیہقی آیہ وایوبہ اذ نادی ربہ مکتبہ آیۃ العظمٰی قم ایران ۴/ ۳۳۰

علیہ وسلم اکثر من عشرۃ الاف ختمۃ وضحی
عنہ مثل ذلک (نقلہ عن الامام ابن حجر
المکی عن الامام الاجل تقی الملۃ والدین
السبکی رحمہما اللہ تعالٰی ثم قال اعنی الشامی)
ورأیت نحو ذلک بخط مفتی الحنفیۃ الشہاب
احمد بن الشلبی شیخ صاحب البحر نقلا عن شرح
الطیبۃ للنویری (رحمہم اللہ تعالٰی ثم قال)
وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ
لغیرہ یدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم فانہ احق بذلک حیث انقذنا من
الضلالۃ ففی ذلک نوع شکر واسداء جمیل لہ
والکامل قابل لزیادۃ الکمال[1] ملخصا۔ واللہ
تعالٰی اعلم۔

طرف سے دس ہزار ختم سے زیادہ پڑھے، اور اسی کے مثل
سرکار کی جانب سے قربانی بھی کی۔ اسے امام ابن حجر مکی
سے، انھوں نے امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی سے
نقل کیا رحمہما اللہ تعالٰی۔ آگے علامہ شامی نے لکھا: اسی
جیسا مضمون مفتی حنفیہ شہاب الدین احمد الشلبی شیخ
صاحب بحر کی قلمی تحریر میں نویری کی شرح طیبہ کے حوالے
سے دیکھا رحمہم اللہ۔ آگے علامہ شامی نے فرمایا: اور
ہمارے علماء کا یہ قول کہ انسان اپنے عمل کا ثواب
دوسرے کے لیے کرسکتا ہے اس میں نبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم بھی داخل ہیں اس لیے کہ وہ اس کے زیادہ
حقدار ہیں کیونکہ حضور ہی نے ہمیں گمراہی سے نکالا،
تو اس میں ایک طرح کی شکرگزاری اور حسن سلوک ہے
اور صاحب کمال مزید کمال کے قابل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۴: از موضع سرنیا ضلع بریلی تحصیل بریلی مسئولہ عبدالکریم صاحب ۶۰ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ کفن میں تہبند و رومال، سرمہ، کنگھی وغیرہ کم کرنا جائز نہیں بلکہ ہو تو بہتر ہے۔ اور ہر روز خوراک پہ میت کے فاتحہ دکھانا اور ہر جمعرات کو چند مسکین کو دعوت کرکے کھلانا اور چالیس یوم تک ہر روز فاتحہ دلانا اور جمعرات کو فقیروں کو کھلانا اور چالیسویں یوم کو گھڑے یا مٹکے میں پانی بھر کر اس پر چادر رکھتے ہیں، کچھ پکا کر فاتحہ دیتے ہیں اور اس کو روح نکالنا مکان سے قرار دیتے ہیں اور جریس یعنی چاول میں شکر ڈال کر تقسیم کرتے ہیں، اور حلوہ روٹی بہ جریس برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے اور شب برات وعرفہ تک اس میت کی فاتحہ علیحدہ ہوتی ہے۔ بعد عرفہ شب برات کے یعنی شب برات کو شامل ہوتی ہے اور برادری کو دعوت فاتحہ میت میں شامل نہ کریں تو بہت برا مانتے ہیں۔ یہ رسمیں جو ناجائز ہوں وہ علیحدہ تحریر فرمائی جائیں۔

الجواب

مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے سنت ہیں اور عورت کے لیے پانچ۔ ان کے سوا کفنی میں کوئی اور تہبند یا رومال

[1] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵ و ۶۰۶

دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سُرمہ، کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں، اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔ ہر روز ایک خوراک پر میت کی فاتحہ دلاکر مسکین کو دینا اور ہر پنجشنبہ کی رات چند مساکین کو کھلانا، چالیس روز تک ایسا ہی کرنا اور ہو سکے تو سال بھر تک یا ہمیشہ کرنا یہ سب باتیں بہتر ہیں اور اُس طرح رُوح نکالنا محض جہالت و حماقت و بدعت ہے۔ ہاں فاتحہ دلانا اچھا ہے۔ شکر، چاول مساکین کو تقسیم کرنا خُوب ہے مگر برادری میں موت کے لیے نہ بانٹا جائے۔ بعرفہ تک یا بعد تک اگر الگ ہمیشہ فاتحہ دیں تو حرج نہیں، شامل رکھیں تو حرج نہیں۔ یہ سمجھنا کہ عرفہ تک الگ کا حکم ہے پھر شامل کا، یہ غلط و جہالت ہے۔ میت کی دعوت برادری کے لیے منع ہے، ان کا بُرا ماننا حماقت ہے۔ ہاں برادری میں جو فقیر ہو اسے دینا اور فقیر کے دینے سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۵ - ۲۱۶ ازمراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب قادری برکاتی بنگالی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) گھر میں بیٹھ کر فاتحہ پڑھ کر ثواب رسانی کرنے سے زیادہ ثواب ہے یا قبرستان پر، اور فاتحہ پڑھنے کے وقت قبر پر پانی ڈالنا۔

(۲) اکثر مساجدِ بنگال میں دستور ہے کہ محلہ والے جمعہ کے دن چاول روٹی کھانے کی چیزیں پکا کر فاتحہ کے واسطے اور نمازیوں کو تقسیم کرنے کے لیے مسجدوں میں بھیجا کرتے ہیں۔ ان اشیاءِ موصوفہ کو کھانا نمازیوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان چیزوں کو مسجد کے اندر تقسیم کرنا چاہیے یا باہر؟ یا بالکل ممانعت کر دی جائے اور کہہ دیا جائے کہ مسجدوں میں نہ بھیجا کرو۔

الجواب

(۱) قبرستان میں جاکے پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کہ زیارتِ قبور بھی سنت ہے اور وہاں پڑھنے میں اموات کا دل بھی بہلتا ہے، اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے رحمتِ الٰہی اترتی ہے۔ قبر اگر پختہ ہے اس پر پانی ڈالنا فضول و بے معنی ہے، یونہی اگر کچی ہے اور اس کی مٹی جمی ہوتی ہے۔ ہاں اگر کچی ہے اور مٹی منتشر ہے تو اس کے جم جانے کو پانی ڈالنے میں حرج نہیں، جیسا کہ ابتدائے دفن میں خود سنت ہے۔

(۲) بھیجنا جائز ہے، اور جبکہ بھیجنے والے عام نمازیوں کے لیے بھیجیں تو اغنیاء کو ناجائز ہے۔ اور مسجد کے اندر کسی چیز کے کھانے کی غیر معتکف کو اجازت نہیں بلکہ مسجد سے باہر کھائیں، اسی کی تاکید کی جائے اور بھیجنے سے ممانعت نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۷ تا ۲۱۸ از باگ ضلع الجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب مرسلہ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹہ ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) کھانا و پانی سامنے رکھ کر اور اس پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دینا یہ طریقہ سنت سے ہے یا کیا؟

(۲) جو کھانا بہ نیت خاص برائے ایصال ثواب خواہ بزرگانِ دین سے ہوں یا عام مسلمان، پکوایا جائے تو اس کھانے کو اغنیا کھا سکتے ہیں؟

الجواب

(۱) کھانا پانی سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے۔

(۲) اغنیا بھی کھا سکتے ہیں سوا اس کھانے کے جو موت میں بطور دعوت کیا جائے وہ ممنوع و بدعت ہے۔ اور عوام مسلمین کی فاتحہ چہلم، برسی، ششماہی کا کھانا بھی اغنیاء کو مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۹ تا ۲۲۲ از شہر کوٹہ راجپوتانہ، محلہ لارڈ پورہ معرفت گانس بہرو مسئولہ الٰہی بخش صاحب ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

(۱) حضرت مولانا صاحب! واقعات کو بغور ملاحظہ فرمائیں، مسجد کے پیش امام کو محلہ میں ایک جگہ پر فاتحہ و ایصال ثواب کو بلائے گئے، چند عورتیں تھیں، گھر کا دروازہ بند کر کے کہا بیوی صاحبہ کی فاتحہ پڑھ دو۔ ملاں جی نے کہا کہ پردہ کر کے یا کپڑے سے بند کر کے دلانا۔ یہ عورتوں کا مسئلہ ہے شریعت میں ایسا نہیں ہے، خیر کپڑا ڈال دو مگر کھانا تو سامنے رکھو۔ خیر بند کر کے بھی کھانا سامنے نہیں رکھا گیا۔ تھوڑا سا دروازہ کھولا گیا، پردہ کر دیا گیا، ملاں جی نے فاتحہ پڑھ دی۔ عورتیں کہنے لگیں یہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تھی اب بیوی کی پڑھو اور اسی طرح سے علٰیحدہ پڑھ دینا۔ ملاں جی ناراض ہو کر بولے کہ تم خلافِ قاعدہ اور خلاف اصولِ شرع فاتحہ دلاتی ہو اس طرح سے میں نہیں دے سکتا میرے عقیدے میں خلل ہوتا ہے میں اپنا اسلام نہیں بیچ سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر مکان پر چلے آئے۔ بعد میں ایک عورت نے ملاں جی کو بہت سخت و سست کہا اور لعن طعن کی۔ انھوں نے صبر کیا۔ دلی مطلب ملاں جی کا یہ تھا کہ سلف سے جو طریقہ فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کا چلا آتا ہے اور تمام بزرگانِ دین ایصالِ ثواب کرتے چلے آئے ہیں وہ بات ہونا چاہئے نئے نئے طریقے کیوں نکالتی ہو؟ جس پر اس عورت کے بعض عزیز بھی ملاں جی پر ناراض ہوئے، یہ واقعات ہیں۔

(۲) یہ عورتیں حضرت بی بی فاطمہ خاتونِ جنت کی فاتحہ پردہ ڈال کر یا کپڑا ڈال کر امہات المومنین حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور جملہ پیغمبروں کی بیویوں سے علیحدہ دلاتی ہیں اور چند قیدیں لگاتی ہیں کہ سوائے شوہر والی کے بیوہ یا عقد ثانی والی یا مرد یہ کھانا نہ کھائیں۔ آیا اس کا ثبوت کہیں شریعت سے بھی ہے یا کیا؟ جیسا ہو ویسا بحوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

(۳) حضور کی نیاز یا صحابہ کی نیاز بھی پردہ کرکے یا کپڑا ڈال کر دلانے کا کہیں حکم ہے یا ویسے ہی لغو ہے؟ اور جو لوگ امام مسجد یا کوئی دوسرا شخص کسی کے کہنے سے اس کام کو نہ کرے تو کیا وہ مستحقِ لعن ہے؟ جیسا ہو ویسا حوالۂ کتاب تحریر فرمائیں۔

(۴) یہاں پر اکثر شب برات یا عید بقرہ یا عید الفطر یا شادی بیاہ دیگر خوشی کے وقت دودھ روٹی یا تھوڑا تھوڑا کھانا الگ الگ رکھ کر فاتحہ دلاتی ہیں اور کہتی ہیں اس پر میرے دادا کی یا باپ کی یا فلاں کی دے دو۔ شرع شریف میں یہ بات جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) فاتحہ و ایصالِ ثواب کے لیے کھانے کا پیشِ نظر ہونا کچھ ضرور نہیں، یہ اس پیش امام کی غلطی تھی، اور حضرت خاتونِ جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انھیں اس سے باز رکھا جائے۔ پیش امام اور عورتیں دونوں اپنی اپنی غلطی سے توبہ کریں اور جس عورت نے پیش امام کو سخت وسست کہا وہ اس سے معافی مانگے۔

(۲) یہ محض بے ثبوت اور نری اختراعی باتیں ہیں، مردوں پر لازم ہے کہ ان غلط خیالوں کو مٹائیں۔

(۳) کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں اور جو امام ایسا نہ کرے اس نے اچھا کیا۔ اس وجہ سے اس پر لعن سخت حرام ہے، ایسی لعنت خود لعنت کرنے والے پر پلٹتی ہے۔

(۴) ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز، اور جدا جدا دلائیں تو جائز، جیسے حیاتِ دنیا میں، لاجناح علیکم ان تأکلوا جمیعا او اشتاتا[1] (تم پر حرج نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جُدا جُدا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳: از رامپور پور گول بازار مہالک متوسط مرسلہ محمد سلیم خاں کتب فروش ۲ جمادی الاخری ۱۳۳۰ھ

ایک شخص ہے وہ کہتا ہے کہ فاتحہ میں ثواب رسانی کے سلسلہ میں ایسا لفظ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح متبرکہ کو اس کا ثواب پہنچے۔ ایسا لفظ حضرت کی شان میں ارواح کا لفظ لانا بے ادبی میں داخل ہے۔ ارواح کا لفظ مت شامل کرو۔ ایسا مت کہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح کو ثواب پہنچے، آپ حیات النبی ہیں، فقط۔

الجواب

رُوح زندہ کے لیے بھی ہے بلکہ رُوح ہی سے زندگی ہے اور درود شریف کے صیغوں میں ہے:

---

[1] القرآن ۲۴/ ۶۱

اللھم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح تو اصل میں اس لفظ کے کہنے میں کوئی حرج نہیں، مگر جہاں عوام اس سے یہ معنی سمجھتے ہوں جیسے اس نیک نیت پاکیزہ خیال نے سمجھے تو ضرور اس کہنے سے ان کو روکا جائے یا یہ وہم اُن کے دلوں سے نکال دیا جائے کہ ارواح کا اطلاق اموات ہی کے حق میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقۃً ایسے ہی زندہ ہیں جیسے رونق افروزیٔ دُنیا کے زمانہ میں تھے۔ اُن کی موت ایک آن کے لیے تصدیق وعدۂ الٰہیہ کل نفس ذائقۃ الموت[1] (ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے) کے واسطے ہوتی ہے، پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، مجالس خیر میں تشریف لے جاتے ہیں۔ کھانا پینا سب کچھ دُنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں کما نطقت بہ الاحادیث وائمۃ القدیم والحدیث (جیسا کہ اس بارے میں احادیث اور زمانہ قدیم وجدید کے ائمہ کے ارشادات موجود ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴ از بھیرہ ضلع شاہ پور، ملک پنجاب، ملتانی دروازہ، مسئولہ فضل حق صاحب چشتی، ۵ رمضان ۱۳۲۹ھ

بخدمت جناب سلطان العلماء، المتبحرین، برہان الفضلاء المتصدرین، کنز الہدایہ والیقین، شیخ الاسلام والمسلمین مولٰنا المفتی العلامۃ الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گیارھویں شریف کس چیز پر دینی افضل ہے، چاول یا حلوہ وغیرہ، اور کن لوگوں میں بانٹنی چاہیے؟ آپ بھی تبرک چکھنا چاہیے یا نہیں؟ اور کسی پیر صاحب یا سید صاحب کو اس میں سے حصہ دینا چاہیے یا نہیں؟ ایک مسجد میں چند ایک اصحاب مل کر گیارھویں پکاتے ہیں تو کیا وہ گیارھویں شریف پکی ہوئی، مسجد کے نمازیوں میں بانٹنی چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے، جیسے زردہ یا حلوا یا خشکہ، یا وہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علیحدہ کرلی گئی ہوں، بانٹنے کا اختیار ہے، جس سُنّی مسلمان کو چاہے دے اگرچہ غنی ہو اگرچہ سید ہو، اور خود بھی تبرکًا کھائے تو حرج نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتاوٰی میں لکھا ہے، نیاز کا کھانا تبرک ہوجاتا ہے۔ ہاں اگر شرعی منّت مانی ہو تو اس میں سے نہ خود کھا سکتا ہے نہ کسی غنی یا سید کو دے سکتا ہے، وہ غیر ہاشمی فقرائے مسلمین کا حق ہے۔ اور بدمذہبوں خصوصًا وہابیوں رافضیوں کو دینا جائز نہیں۔ چندے والے جس نیت سے پکائیں اُس میں صرف کریں۔ اگر خاص نمازیوں کے لیے پکائی ہے تو صرف انھیں کو دیں، اور سب کے لیے تو سب کو۔ ہاں کافر کو دینا جائز نہیں جیسے بھنگی، چمار، وہابی، رافضی، قادیانی۔ ہاں جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیلیہ اسے دینے میں حرج نہیں۔ اور سُنّی کو دینا افضل۔ حدیث میں ہے:

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۵

لایاکل طعامك الاتقی[1]۔ رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم باسانید صحیحۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار۔ (اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سندوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: از شہر محلہ گلاب نگر ۱۹ رجب ۱۳۲۷ھ

تبارک جو کیا جاتا ہے اس کی اصل کیا ہے؟ اور کس شیئ پر ادا کیا جانا افضل ہے؟ جس شیئ پر پڑھا جائے وہ شیئ اگر کھانے کی ہے تو کس کو کھلانا بہتر زیادہ ہے؟ اس کا جو رواج ہے اُس سے جناب خوب واقف ہیں اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تبارک کی اصل ایصالِ ثواب ہے جس کا حکم احادیثِ کثیرہ میں ہے اور خاص سورۂ تبارك الذی شریف کی تخصیص اس لیے کہ صحیح حدیثوں میں اسے عذابِ قبر سے بچانے والی، نجات دینے والی فرمایا۔ جس شے پر کرتے ہیں محتاج کی حاجت روائی زیادہ ہو اس میں زیادہ ثواب ہے۔ ایامِ قحط میں کھانے پر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ فقیر کے یہاں کھانے پر ہوتی ہے۔ کپڑے کے جوڑوں کبھی روپوں پر موافق حالت برادران مساکین مسلمین کے جو مناسب سمجھا گیا کیا جاتا ہے، کھانا ہو یا کپڑے یا دام دُنیا سب سے پہلے اپنے عزیزوں، قریبوں کا حق ہے جو حاجتمند ہوں، پھر ہمسایوں، پھر یتیم، بیوہ، مسکین مسلمانانِ اہل شہر کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۶ تا ۲۲۸: از اجمیر شریف کارخانہ کرتیاں علاقہ نمبر ۳ لوہارخانہ مرسلہ جمال محمد ۴ جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ

(۱) مُردہ کے ساتھ کھانا لے جانا حلال ہے یا حرام؟

(۲) گلاب قبر میں چھڑکنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اور قبر سے چالیس قدم جاکر دُعا مانگنا۔

الجواب

(۱) مُردہ کی طرف سے تصدق کرنا چاہیے اور ساتھ لے جانا فضول ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے اُسے بدعت لکھا ہے۔ وھو تعالٰی اعلم

(۲) قبر میں گلاب وقت دفن کے چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ وھو تعالٰی اعلم

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابوسعید الخدری دارالفکر بیروت ۳/ ۳۸

(۳) دُعا مانگنا ہر وقت جائز اور چالیس قدم کی خصوصیت بلاوجہ۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹: از کرتپور ضلع بجنور مرسلہ طفیل احمد صاحب بجڑالوئی ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں جو طعام بہ نیتِ ایصالِ ثواب بروحِ مُردگان تقسیم کیا جاتا ہے اس کو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ عام امواتِ مومنین کے لیے جو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے اُس میں اور اس طعام میں جو انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے ارواح کے لیے ہدیہ کیا جاتا کچھ ذاتی فرق ہے یا نہیں؟ برکت و عدمِ برکت کے اعتبار سے، دونوں حالتوں میں مصروف ایک ہوگا یعنی صرف فقراء کو دینا یا اغنیاء کے لیے بھی کھانا جائز ہوگا۔ فقط بیّنوا توجروا

الجواب

طعام تین قسم ہے: ایک وہ کہ عوام ایامِ موت میں بطورِ دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز و ممنوع ہے۔

لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور[1] کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور۔

اس لیے کہ دعوت کو شریعت نے خوشی میں رکھا ہے غمی میں نہیں۔ جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ کتبِ اکابر میں ہے۔ (ت)

اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصالِ ثواب کے لیے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے فقراء اس کے لیے احق ہیں، اغنیاء کو نہ چاہیے۔

تیسرے وہ طعام کہ نذورِ ارواحِ طیبہ حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کیا جاتا ہے اور فقراء و اغنیاء سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے یہ سب کو بلا تکلف روا ہے، اور وہ ضرور باعثِ برکت ہے۔ برکت والوں کی طرف جو چیز نسبت کی جاتی ہے اس میں برکت آجاتی ہے، مسلمان اس کھانے کی تعظیم کرتے ہیں اور وہ اس میں مصیب ہیں۔ ائمہ دین نے بسندِ صحیح روایت فرمایا کہ ایک مجلس سماع صوفیائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں نذر حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک بدرۂ زر رکھا ہوا تھا، حالتِ وجد میں ایک صاحب کا پاؤں اُس سے لگ گیا فوراً رب العزت جل وعلا نے ان کا حالِ ولایت سلب فرما لیا نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

مراقی الفلاح علٰی ہامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا و دفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

مسئلہ ۲۳۰: از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چنگی ۱۷ جمادی الآخر

کیا حکم ہے علمائے اہلسنت والجماعت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے اس کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے تو ان کو کیا کرنا چاہئے؟ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں ایک موضع میں ان سوم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دے دیتے ہیں' وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہئے یا نہیں؟ کیا یہ گناہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ چیزیں غنی نہ لے فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے مشرک یا چمار کو اس کا دینا گناہ، گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں، اور لے لئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے، نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے فقیر و غنی سب لیں۔ جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو، شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۱: از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سوم کے چنوں کا کھانا علاوہ چھوٹوں کے بڑوں کو بھی جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب

یہ چنے فقراء ہی کھائیں، غنی کو نہ چاہئے بچہ یا بڑا۔ غنی بچوں کو ان کے والدین منع کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲: از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری ابو الحسینی ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

اگر مردہ کو اس کا خویش واقارب خواب میں دیکھے تنہا یا اس کو کسی قسم کی چیز طلب کرتے ہوئے دیکھے تو ایسی حالت میں مردہ کا فاتحہ کھانے پر دلانا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ چیز جو اس نے خواب میں طلب کی ہے وہ اس کے نام پر فاتحہ دلا کر خیرات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور فاتحہ کے وقت ہمراہ کھانے کے پانی کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بہتر ہے کہ جو چیز طلب کی محتاج کو اس کی طرف سے دی جائے اور کھانے پر فاتحہ اس کے سبب سے منع نہ ہوگی وہ بھی اور پانی رکھنے میں حرج نہیں۔ محتاج کو وہ کھانا کھلائیں اور پانی پلائیں سب کا ثواب پہنچے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳: امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۷ رمضان ۱۳۲۱ھ

مٹی کے چراغ میں گھی ڈال کر جلانا چاہئے یا نہیں؟ آٹے کے چراغ میں گھی ڈال کر جلا کر کھانا یا ملیدہ کے اُوپر رکھ کر فاتحہ دینا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بلاضرورت گھی جلانا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ اور فاتحہ و قرآن خوانی اور درود خوانی کے لئے اگر چراغ کے قرب کی حاجت ہو اور اس خیال سے کہ تیل میں کبھی بدبُو آتی ہے گھی سے چراغ روشن کرے اور اس لحاظ سے کہ استعمالی چراغ صاف نہیں ہوتا اور کورے میں جلائیں تو گھی پیئے گا اور بیکار جائے گا لہذا آٹے کا چراغ بنائیں کہ آٹا پئے بھی تو اس کی روٹی پک سکتی ہے، تو اس میں حرج نہیں۔ مگر یہ عادت کرلینی کہ بلاضرورت بھی فاتحہ کے لیے گھی جلائیں وہی اسراف و حرام ہے، اور وُہ صورتِ جواز جو ہم نے لکھی اُس میں بھی وُہ چراغ کھانے کے اُوپر نہ رکھا جائے بلکہ کھانے سے الگ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۴: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار بتاریخ ۱۸ ر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ وغیرہ میں اکثر لوگ گھی کے چراغ، کپڑے، جُوتی وغیرہ رکھتے ہیں، یہ اشیاء رکھنا کیسا ہے؟ فقط

الجواب

کپڑا، جُوتے یا جو چیز مسکین کو نفع دینے والی مسکین کو دینے کی نیت سے رکھیں کوئی حرج نہیں ثواب ہے، مگر فاتحہ کے وقت گھی کا چراغ جلانا فضول ہے، اور بعض اوقات داخلِ اسراف ہوگا، اس سے احتراز چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۵: مرزا باقی بیگ رام پوری ۱۶ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس فعلِ نیک کا ثواب چند اموات کو بخشا جائے وہ اُن پر تقسیم ہوگا یا سب کو اس پُورے فعل کا ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل کے کرمِ عمیم و فضلِ عظیم سے اُمید ہے کہ سب کو پُورا پُورا ثواب ملے، اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین و مومنات احیا و اموات کے لیے ہدیہ کرے۔ علمائے اہلسنّت سے ایک جماعت نے اسی پر فتوٰی دیا۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

وسعتِ فضلِ الٰہی کے لائق یہی ہے۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

سئل ابن حجر المکی عما لوقرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذلك کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھواللائق بسعۃ الفضل[1] اھ۔

حضرت ابنِ حجر مکی سے سوال ہُوا اگر اہلِ مقبرہ کے لیے فاتحہ پڑھا تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو اس کا پُورا ثواب ملے گا؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت نے دوسری صورت پر فتوٰی دیا ہے اور وہی فضلِ ربانی کی وسعت کے شایاں ہے اھ (ت)

اور ہر شخص کو افضل یہی کہ جو عمل صالح کرے اس کا ثواب اولین و آخرین احیاء و اموات تمام مومنین و مومنات کے لیے ہدیہ بھیجے سب کو ثواب پہنچے گا اور اُسے اُن سب کے برابر اجر ملے گا۔

فی ردالمحتار عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولاینقص من اجرہ شیئ[2] اھ۔

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے، اس میں محیط سے منقول ہے کہ جو کوئی نفل صدقہ کرے تو بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے اس لیے کہ وُہ سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا اھ (ت)

دارقطنی و طبرانی و دیلمی و سلفی امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی حضور پُرنور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مرعلی المقابر وقرأ قل ھواللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات[3]۔

جو مقابر پر گزرے اور قل ھو اللہ گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب اموات کو بخشے بعدد تمام اموات کے ثواب پائے۔

رہا ابن قیم ظاہری المذہب کا کتاب الروح میں تقسیمِ ثواب کو اختیار کرنا یعنی ایک ہی ثواب اُن پر ٹکڑے ہو کر بٹ جائے گا حیث قال لواھدی الکل الی اربعۃ یحصل لکل منھم ربعہ[4] اھ (اس کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] و [2] ردالمحتار مطلب فی القرآۃ للمیت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

[3] فتح القدیر عن علی رضی اللہ عنہ باب الحج عن الغیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۵

کنزالعمال رافعی عن علی " " حدیث ۴۲۵۹۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۶۵۵

ردالمحتار عن علی مطلب فی اہداء الثواب الاعمال للغیر مصطفی البابی مصر ۲/۲۵۷

[4] ردالمحتار بحوالہ کتاب الروح مطلب فی القرآۃ للمیت الخ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۶۰۵

اگر چار آدمیوں کو سب ہدیہ کیا تو ہر ایک کو چوتھائی ملے گا۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق فتوٰی علماء کہ سب کو ثواب کامل ملے گا، اس قولِ ابنِ قیم پر بچند وجہ مرجح ہے:

اوّلاً ابنِ قیم بدمذہب ہے، تو اس کا قول علمائے اہلسنت کے مقابل معتبر نہیں۔

ثانیاً وُہ اسی کا قول ہے اور یہ ایک جماعت کا فتوٰی والعمل بما علیہ الاکثر (اور عمل اس پر ہوتا ہے جس پر اکثر ہوں۔ ت)

ثالثاً وھوالطراز المعلم (اور وہی نقش بانگار ہے، یعنی زیادہ مضبوط جواب ہے۔ ت) ثوابِ واحد کا سب پر منقسم ہونا ایک ظاہری بات ہے جسے آدمی بنظرِ ظاہر اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے، عالمِ شہود میں یونہی دیکھتے ہیں، ایک چیز دس کو دیجئے تو سب کو پُوری نہ ملے گی ہر ایک کو ٹکڑا ٹکڑا پہنچے گا۔ غالباً اس ظاہری نے اسی ظاہری بات پر نظر اور معقول پر محسوس کو قیاس کرکے تقسیم کا حکم دے دیا۔ نہ کہ حدیث سے اس پر دلیل پائی ہو بخلاف اُس حکمِ کمال کے کہ اگر کروڑوں کو بخشو تو ہر ایک کو پورا ثواب ملے۔ ایسی بات بے سندِ شرعی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے تو ظاہر کہ جماعتِ اہلِ فتوٰی نے جب تک شرعِ مطہر سے دلیل نہ پائی ہرگز اس پر جزم نہ فرمایا بلکہ تصریحِ علماء سے ثابت کہ جو بات رائے سے نہ کہہ سکیں وُہ اگرچہ بعض علماء کا ارشاد ہو حدیثِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم میں سمجھا جائے گا۔ آخر جب عالم متدین ہے اور بات میں رائے کو دخل نہیں تو لاجرم حدیث سے ثبوت ہوگا۔ امام علامہ قاضی عیاض نے سریج بن یونس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالٰی کے کچھ سیاح فرشتے ہیں جن کے متعلق یہی خدمت ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد نام کا کوئی شخص ہو اس گھر کی زیارت کیا کریں۔ علامہ خفاجی مصری اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

فھو ظاھر وان کان لسریج فھو فی حکم المرفوع لان مثلہ لایقال بالرای[1] اھ ملخصا۔

یہ اگرچہ سریج کا قول ہے مگر وُہ مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی اھ ملخصا (ت)

یہ سریج نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع تابعین میں سے، بلکہ علمائے مابعد سے ہیں۔ بااین ہمہ علامہ خفاجی نے اُن کے قولِ مذکور کو حدیث مرفوع کے حکم میں ٹھہرایا کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی۔ اسی طرح ما نحن فیہ (زیرِ بحث مسئلہ۔ ت) میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ علماء کا وُہ فتوٰی بھی حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہونا چاہیے۔

ثم اقول وباللہ التوفیق (میں پھر اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ

---

[1] نسیم الریاض الباب الثالث فصل اوّل دار الفکر بیروت ۲/۲۲۵

نے خاص اس بات میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین حدیثیں پائیں ،

حدیث اوّل : امام ابوالقاسم اصبہانی کتاب الترغیب اور امام احمد بن الحسین بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

من حج عن والدیہ بعد وفاتھما کتب اللہ لہ عتقا من النار وکان للمحجوج عنھما اجر حجۃ تامۃ من غیر ان ینقص من اجورھما شیئ[1]

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے اُن کی وفات کے بعد حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے لیے پُورے حج کا اجر ہو بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

اگر ثواب نصف نصف ملتا تو اس آدھے میں سے کمی ہوجانے کا کیا احتمال تھا جس کی نفی فرمائی گئی۔ ہاں وہی اجر یہاں اجور ہو جائے، ہر ایک پورا پورا بے کمی پائے۔ یہ خلافِ عقل ظاہر تھا، تو اسی کا افادہ ضرور مفید و اہم ہے۔

حدیث دوم : طبرانی اوسط میں اور ابنِ عساکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

ماعلی احدکم اذا اراد ان یتصدق للہ صدقۃ تطوعا ان یجعلھا عن والدیہ اذا کانا مسلمین، فیکون لوالدیہ اجرھا ولہ مثل اجورھما بعد ان لاینقص من اجورھما شیئ[2]۔

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص کسی صدقہ نافلہ کا ارادہ کرے تو اس کا کیا حرج ہے کہ وہ صدقہ اپنے ماں باپ کی نیّت سے دے کہ انھیں اس کا ثواب پہنچے گا اور اسے ان دونوں کے اجروں کے برابر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

ان دونوں حدیثوں میں اگر کچھ تشکیک کی جائے تو **حدیث سوم** گویا نص صریح جس نے بحمدہٖ تعالیٰ اس امید کمال کو قوی کردیا، اور فتوٰی علما کی تاکید اکید فرمادی کہ ہر ایک کو کامل ثواب ملے گا۔ امام دارقطنی اور ابوعبداللہ ثقفی فوائد ثقفیات میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما واستبشرت ارواحھما، وکتب عند اللہ برا[3]۔

جب آدمی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے وہ حج اس حج کرنے والے اور ماں باپ تینوں کی طرف سے قبول کیا جائے اور اُن کی رُوحیں خوش ہوں، اور یہ

---

[1] شعب الایمان باب فی برالوالدین حدیث ۷۹۱۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۲۰۵

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۷۹۴۳ دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۴۵۶

[3] سنن الدارقطنی کتاب الحج نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۶۰

اللہ تعالٰی کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا نیکو کار لکھا جائے۔

یہ لفظ دار قطنی کے ہیں، اور ثقفیات میں ان لفظوں سے ہے:

من حج عن ابویہ ولم یحجا اجزاء عنھما وبشرت ارواحھما فی السماء وکتب عند اللہ براً۔[1]

جس کے ماں باپ بے حج کئے مرگئے ہوں یہ ان کی طرف سے حج کرے وُہ ان دونوں کا حج ہوجائے اور ان کی رُوحوں کو آسمان میں خوشخبری دی جائے اور یہ شخص اللہ تعالٰی کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جائے۔

ظاہر ہے کہ حج ایک عبادتِ واحدہ ہے جس کا بعض کافی نہیں، نہ وہ کل سے مغنی ہو، بلکہ قابلِ اعتبار ہی نہیں، جیسے فجر کی دو رکعتوں سے ایک رکعت، یا صبح سے دوپہر تک کا روزہ۔ تو یہ حج کہ ان دونوں کی طرف سے کافی ہو، ضرور ہے کہ ہر ایک کی جانب سے پُورا حج واقع ہو، مگر فقہ میں مبین ومبرہن ہولیا کہ یہ اجزاء بمعنی اسقاطِ فرض نہیں تو لاجرم یہی معنی مقصود کہ دونوں کو کامل حج کا ثواب ملے۔ محدثِ جلیل امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی اس حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں:

لا اعلم احدا قال بظاھرہ من الاجزاء عنھما بحج واحد وھو محمول علی وقوعہ الاصل فرضا وللفرع نفلا[2] اھ نقلہ فی التیسیر مع التقریر والحمد للہ رب العلمین ھذا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جہاں تک مجھے علم ہے کوئی اس کے ظاہر کا قائل نہیں یعنی یہ کہ وُہ ایک ہی حج دونوں کی طرف سے کافی ہوجائیگا۔ وہ اس پر محمول ہے کہ اصل کے لیے فرض ادا ہوگا اور فرع کے لیے نفل ہوگا اھ۔ اسے تیسیر میں نقل کیا اور برقرار رکھا۔ اور ساری خُوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس ربِ بزرگ کا علم سب سے زیادہ کامل اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۶ تا ۲۲۹: از شہر کہنہ محلہ کوٹ مرسلہ محمود علی صاحب بنگالی ۲ صفر المظفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شرع امین ان مسئلوں میں:

اول یہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کرکے ختم کیا اور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو فقد بخشا اُن رُوحوں میں تقسیم ہوجائے گا یعنی فی رُوح دو پارے پہنچے گا یا فی رُوح کو پُورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا؟

---

[1] فوائد ثقفیات لابی عبداللہ ثقفی

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من حج عن ابیہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض سعودیہ ۲/۴۱۳

اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبیٰ میں ؟
دوسرے[۲] یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے ؟
تیسرے[۳] یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ واہل بیتہٖ وسلم کو ثواب پہنچائے تو اس کی شمول میں اور ارواح بھی شامل کرسکتا ہے یا نہیں، اور پچھلے اولیاء اور انبیاء کا نام بھی لیا جائے یا نہیں ؟
چوتھے یہ کہ دنیا میں کیا فائدہ اور عقبےٰ میں کیا بدل حاصل ہوگا ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا۔ ردالمحتار میں ہے :

سئل ابن حجر المکی عما لوقرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل[۱]

امام ابن حجر مکی سے سوال ہوا : اگر قبرستان والوں کے لیے فاتحہ پڑھی تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو اسی کے مثل پورا پورا ثواب ملے گا ؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعتِ علماء نے دوسری صورت پر فتوٰی دیا ہے اور وہی فضلِ الٰہی کی وسعت کے لائق ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاوٰی فقیر میں ہے، نتیجہ ملنا اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا ورحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہان کا کام بنا دیتی ہے۔

آدمی کو اللہ کے کلام میں اللہ کی نیت چاہیے، دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے۔ دعا کرے کہ الٰہی ! یہ جو میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا، اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین ومسلمات کو پہنچائے۔ مسلک متقسط میں ہے :

یقرأ ماتیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعا اوثلثا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ماقرأناہ الی فلان اوالیھم[۲]

جو میسر آئے پڑھے سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص سات بار یا تین بار، پھر کہے : اے اللہ ! ہم نے جو پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا ان سب کو پہنچا۔ (ت)

---

[۱] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵
[۲] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل لیستحب زیارۃ اہل المعلی دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۴

محیط و تتارخانیہ و شامی میں ہے:

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولاینقص من اجرہ شئ۔[1]

جو کوئی نفل صدقہ کرے اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے اس لیے کہ وہ ان سب کو ملے گا اور اس کے اجر سے کچھ نہ گھٹے گا۔ (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل میں تمام انبیاء و اولیاء و مومنین و مومنات جو گزر گئے اور جو موجود ہیں اور جو قیامت تک آنے والے ہیں سب کو شامل کر سکتا ہے اور یہی افضل ہے۔ صحیحین میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضحی بکبشین املحین احدھما عن نفسہ والاخر عن امتہ[2] وزاد ابن ماجۃ ذبح احدھما عن امتہ لمن شھد للہ بالتوحید وشھد لہ بالبلاغ وذبح الاخر عن محمد وال محمد[3] ولاحمد وغیرہ عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قولہ عند التضحیۃ اللھم لک ومنک عن محمد وامتہ۔[4]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی، جن کے رنگ سفیدی سیاہی ملے ہوئے تھے، قربانی کی، ایک کی اپنی طرف سے، دوسرے کی اپنی امت کی طرف سے ـــــ ابن ماجہ میں یہ اضافہ ہے: ایک اپنی اُمت کی طرف سے قربان کیا ہر اُس شخص کی طرف سے جس نے کلمہ طیبہ کی شہادت کی اور حضور اکرم کے لیے تبلیغ رسالت کی گواہی دی اور دوسرا حضرت محمد اور آلِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام سے ذبح کیا ـــــ امام احمد وغیرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ قربانی کے وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں کہا تھا: اے اللہ! تیرے لیے اور تجھ سے، یہ محمد اور اس کی امت کی جانب سے ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

لافرق بین ان یکون المجعول لہ

اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس دوسرے کے لیے اپنا ثواب

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵
[2] فتح القدیر بحوالہ الصحیحین باب الحج عن الغیر نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۵
مجمع الزوائد باب اضحیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتاب بیروت ۴/۲۲
[3] سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی باب اضاحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۲
[4] سنن ابن ماجہ " " " " " "

میتاً او حیاً[1]۔

ہدیہ کرے وہ وفات پاچکا ہو یا زندہ ہو۔ (ت)

جو کچھ اللہ چاہے قال اللہ تعالٰی:

ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الاٰخرۃ نؤتہ منہا وسنجزی الشکرین[2]۔

جو کوئی دنیا کا عوض چاہے ہم اسے اس میں سے دیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہے ہم اسے اس میں سے عطا فرمائیں گے اور قریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو جزا بخشیں۔

اور فرماتا ہے عزوجل:

من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا مانشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جہنم یصلٰہا مذموما مدحورا ومن ارادالاٰخرۃ وسعی لہا سعیہا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیہم مشکورا[3]۔

جو دُنیا چاہے ہم اس میں سے جتنا چاہیں یہاں دے دیں، پھر اس کے لیے جہنم رکھیں اس میں بیٹھے مذمتیں ہوتا، دھکّے دیا جاتا۔ اور جو آخرت چاہے اس کی سی کوشش کرے اور ہو مسلمان، تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔

مسئلہ ۲۴۰: از کارا ڈاکخانہ اونیرا ضلع گیا مرسلہ مولوی علی احمد صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۱ھ

زید کہتا ہے اگر دو چار شخصوں کو اجمالاً ایصالِ ثواب کیا جائے تو ہر ایک کو پُورا پورا پہنچے گا، اور بکر تقسیم کا قائل ہے۔ زید اپنے ثبوت میں شامی کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینہم او یصل لکل منہم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل[4]۔

ابن حجر مکّی سے سوال ہُوا، اگر اہلِ قبرستان کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ان میں سے ہر ایک کو اس کے ثواب کا مثل کامل طور پر پہنچے گا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت نے صورتِ دوم پر فتوٰی دیا ہے اور وسعتِ کرم کے لائق وہی ہے۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق باب الحج عن الغیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۵۹

[2] القرآن ۳/۱۴۵

[3] القرآن ۱۷/۱۸ و ۱۹

[4] رد المحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

اور بکر کہتا ہے کہ سوال میں دو باتیں مذکور ہوئیں : ایک تو ایصالِ ثواب قراءت اور اس کے ساتھ تقسیم ثواب مقروّ، اور دوسرے وصول مثل ثواب ۔ چونکہ عند الشافعیہ عباداتِ بدنیہ کا ثواب ہی نہیں پہنچتا، اس لیے علامہ ابن حجر نے اوّل جواب سے تو بالکل سکوت فرمایا اور فقط شقِ ثانی کا بموجب مذہب مختار متاخرین شافعیہ جواب دیا جس کی تشریح علامہ شامی اس عبارت سے کچھ اوپر بایں الفاظ فرماتے ہیں :

والذی حررہ المتاخرون من الشافعیۃ وصول القرأۃ للمیت اذا کانت بحضرتہ اودعی لہ عقبہا، والدعاء عقبہا ارجی للقبول ومقتضاہ ان المراد انتفاع المیت بالقرأۃ لاحصول ثوابہا لہ ولہذا اختاروا فی الدعاء اللھم اوصل مثل ثواب ماقرأتہ الی فلان واما عندنا فالواصل الیہ نفس الثواب[1]۔

متاخرینِ شافعیہ نے جو تنقیح کی ہے وہ یہ ہے کہ قراءت میّت کو پہنچتی ہے جبکہ قراءت اس کے پاس ہو یا بعد قراءت اللہ سے دعا کی جائے اس لیے کہ قراءتِ قرآن کے بعد دعا میں اُمید قبول زیادہ ہے۔ اس کا مقتضاء یہ ہے کہ میّت کو قراءت سے فائدہ ملتا ہے یہ نہیں کہ قراءت کا ثواب اسے حاصل ہوتا ہے اسی لیے دعا میں وہ یہ الفاظ اختیار کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں نے جو پڑھا اس کے ثواب کا مثل فلاں کو پہنچا مگر ہمارے نزدیک خود ثواب اسے پہنچتا ہے۔ (ت)

غرض بموجب مذہب حنفیہ کہ وہ وصول ثواب مقروّ کے قائل ہیں تقسیم لابدی ہے کیونکہ ہر عمل کا ثواب خواہ بتضاعیف ہی سہی عند اللہ ایک امر معدود ہے جس کا وصول دو چار شخصوں کو بلا تقسیم کے عقلاً ممتنع ہے۔ اور ابن حجر کا قول ثانی کو "لائق لسعۃ الفضل" فرمانا بھی اسی کو مقتضی ہے کہ قائلینِ وصول ثواب قراءت کے نزدیک تقسیم ضروری ہے، اگر اول صورت بھی وصول کامل ہو تو ثانی لائق لسعۃ الفضل فرمانا بالکل بے معنی ہوجاتا ہے لعدم الفرق بینہما (کیونکہ دونوں میں فرق نہ ہوگا۔ ت) اب علمائے کرام فرمائیں کہ حق بجانب کون شخص ہے زید یا بکر؟ اور بموجب مذہب حنفیہ تقسیم ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عبارتِ فتاوٰی ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مطلب بہت صاف ہے، بکر نے بالکل تحویل کردیا۔ امام ابن حجر مکی سے ایک سوال ہے جس میں سائل دریافت کرتا ہے کہ متعدد مسلمانوں کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب ان پر تقسیم ہوگا یا ہر میت کو کامل ثواب ملے گا مثل کا لفظ کہ شقِ ثانی میں سائل شافعی المذہب نے اپنے مذہب کی رعایت سے بڑھایا، شقِ اول میں بھی اُن کے طور پر ملحوظ ہے ولہذا ثوابہا نہ کہا بلکہ الثواب بلام عہد یعنی وہی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ١/٦٠٥

ثواب کہ ہم شافعیہ کے نزدیک معروف و معہود ہے کہ مثل ثواب قاری ہے، آیا اموات پر تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو پورا ملے گا۔ روشن ہے کہ یہ ایک ہی سوال ہے اور اس میں مقصود بالاستفادہ تقسیم و تکمیل کی دو شقوں سے ایک متعین جس کا جواب امام نے دیا کہ ایک جماعت نے شق دوم پر فتوٰی دیا یعنی ہر ایک کو پورا ثواب پہنچے گا اور یہی وسعتِ رحمتِ الٰہیہ کے لائق ہے نہ یہ کہ دو سوال تھے، پہلا مذہب حنفیہ اور دوسرا مذہب شافعیہ سے امام نے پہلے جواب سے سکوت کیا اور دوسرے کا جواب دیا۔ یوں ہوتا تو تقسیم اور لکل منھم فضول تھا کہ حنفیہ و شافعیہ کا یہ اختلاف ایک جماعتِ اموات کے لیے قراءت سے خاص نہیں ایک میت کے لیے قراءت بھی یہی ہے کہ ہمارے نزدیک نفسِ ثواب پہنچتا ہے اور اُن کے نزدیک اس کا مثل۔ ایسا ہوتا تو امام اس غلطی پر متنبہ فرماتے، پھر جواب یُوں نہ ہوتا کہ ایک جماعت نے ثانی پر فتوٰی دیا، بلکہ یُوں ہوتا کہ ہمارا مذہب شق ثانی ہے پھر نفس و مثل میں سعۃ رحمت کا کیا فرق ہے جسے امام ھو اللائق بسعۃ الفضل فرمارہے ہیں۔ بحر کا استدلال کہ "ابن حجر کے قول ثانی کو الخ" عجیب ہے۔ شقِ اول میں لفظ تقسیم خود مصرح ہے۔ سائل پُوچھتا ہی یہ ہے کہ ثواب جو کچھ بھی پہنچے کہ وُہ اُن کے نزدیک مثل ثواب قاری ہے نہ نفس تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو پُورا پہنچے گا؟ امام نے جواب دیا کہ ہر ایک کو پورا پہنچنا الیق ہے تو قائلین وصول ثواب سے یہ بھی ہُوئے۔ شقِ اوّل میں نفس ثواب القاری کہاں تھا۔

ثم اقول وباللہ التوفیق (میں پھر اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) یہاں تحقیق امر اور ہے جو شُبہ کو راسا ختم کرتے۔ جب نظر عامۂ اہلِ ظاہر پر شَے واحد کا دو شخصوں کو بلا تقسیم وصول عقلاً ممتنع ہے یعنی عرض واحد دو محل سے قائم نہیں ہوسکتے (ورنہ اس تعبیر میں تو صریح منع ہے) تو واجب کہ حنفیہ کے نزدیک جب نفس ثواب قاری میّت کو پہنچے قاری کے پاس نہ رہے، ورنہ یہ بھی عرضِ واحد کا دو محل سے قیام ہوگا حالانکہ احادیث و حنفیہ و سائر علمائے کرام خلاف پر تصریح فرماتے ہیں۔ محیط پھر تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ[1]	صدقہ نفل کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے کہ وُہ سب کو پہنچے گا اور اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا (ت)

تو جب وہی ثواب اس کے پاس بھی رہا اور دُوسرے کو بھی پہنچا اور تقسیم نہ ہوا کہ لا ینقص من اجرہ شیئ اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوا، تقسیم ہوتا تو قطعاً کم ہوتا، تو اگر دو سو یا لاکھ یا سب اولین و آخرین مومنین و مومنات کے وہی ثواب پورا پورا پہنچے اور تقسیم نہ ہوگیا استحالہ ہے، جیسے دو ویسے کروڑ یا کروڑ۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

زہرالربی شرح سنن نسائی میں نقل فرماتے ہیں:

ان للروح شانا اٰخر فیکون فی الرفیق الاعلٰی وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علٰی صاحبہ رد علیہ السلام وھی فی مکانھا ھناک وھذا جبریل علیہ السلام راٰہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ ستمائۃ جناح منہا جناحان سد االافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ الی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ھذا الدنو وھو فی مستقرہ من السمٰوٰت، وھذا محمل تنزلہ تعالٰی الٰی سماء الدنیا ودنوہ عشیۃ عرفۃ ونحوہ فھو منزہ عن الحرکۃ والانتقال وانما یأتی الغلط ھھنا من قیاس الغائب علی الشاھد فیعتقد ان الروح من جنس مایعھد من الاجسام التی اذا شغلت مکانالم یمکن ان تکون فی غیرہ وھذا غلط محض فثبت بھذا انہ لامنافاۃ بین کون الروح فی علیین او الجنۃ او السماء وان لھا بالبدن اتصالا بحیث تدرک وتسمع وتصلی وتقرء بھا وانما یستغرب ھذا لکون الشاھد الدنیوی لیس فیہ مایشاھد بہ ھذا وامور البرزخ والاٰخرۃ علٰی نمط غیر المالوف فی الدنیا[1] اھ مختصرًا۔

رُوح کی شان ہی کچھ اور ہے، وہ ملاءِ اعلٰی میں رہ کر بھی بدن سے متصل ہوتی ہے کہ جب مسلمان صاحبِ قبر کو سلام کرتا ہے تو وہ اسے جواب دیتا ہے جبکہ روح وہاں اپنے مقام میں ہے ـــــ یہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جنھیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سَو پَر ہیں جن میں سے دو پَر پُورے اُفق پر چھائے ہُوئے ہیں۔ اس کے باوجود وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب آتے یہاں تک کہ اپنے زانو حضور کے زانوؤں کے متصل اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھ دیتے۔ مخلصین کے قلوب اس بات پر ایمان لانے کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ امر ممکن ہے کہ ان کا حضور سے یہ قربِ عین اسی حالت میں ہو جب وہ آسمانوں کے اندر اپنے مستقر میں موجود ہوں۔ یہی حال اس کا بھی ہے جو مروی ہے کہ رب تعالٰی آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور قریب ہوتا ہے عرفہ کی شام کو اور اس کے مثل، کیونکہ وہ تو حرکت وانتقال سے منزّہ ہے۔ یہاں غلطی غائب کو شاہد پر قیاس کرنے سے ہوتی ہے۔ آدمی یہ اعتقاد کرتا ہے کہ رُوح بھی معہود اجسام کی جنس سے ہے کہ جب ایک مقام میں ہو تو دوسرے مقام میں ہونا ممکن نہیں، یہ محض غلط ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس میں کوئی منافات نہیں کہ روح علیین اور جنت اور آسمان میں ہو اور بدن سے بھی اس کا ایسا اتصال ہو کہ ادراک، سماعت، نماز، قراءت سارے کام کرتی رہے۔

---

[1] زہرالربی علی حاشی سنن النسائی ارواح المؤمنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۹۲

یہ بات صرف اس لیے عجیب معلوم ہوتی ہے کہ دنیاوی محسوسات میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتے جو اس سے ملتی جلتی ہو، مگر برزخ اور آخرت کے معاملات تو دنیا کے طرزِ مالوف سے جُداگانہ شان رکھتے ہیں اھ مختصراً (ت)

حضرت جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں فرماتے ہیں:

شیخ مفرح رحمہ اللہ تعالٰی از اہل صعید مصر ست بسیار جلیل القدر و کبیر الشان بود، یکے از اصحاب وے را روز عرفہ در عرفات دید و یکے دیگر در ہمان روز در خانۂ خویش دید و تمام روز باوے بود چوں آں دو شخص بہم رسیدند و ہریک آنچہ دیدہ بودند باہم گفتند میان ایشاں نزاع شد یکے گفت وے روز عرفہ در عرفات بود، بر صدق آں سوگند بطلاق خورد، یکے گفت تمام آں روز در خانہ خود بود، وے نیز سوگند بطلاق خورد، پس خصومت کناں پیش مفرح آمدند، شیخ گفت ہر دو راست گفتہ اید بزن ہیچکدام طلاق نشدہ است، یکے از اکابر میگوید کہ من از شیخ مفرح پرسیدم کہ صدق ہریک موجب حنث دیگرست، چوں سوگند ہیچکس حانث نہ شدہ باشد، و دراں مجلس کہ من ایں پرسیدم جماعتے از علماء حاضر بودند، شیخ اشارت بہمہ کرد کہ دریں مسئلہ سخن گویند ہرکس چیزے گفت اما ہیچکس جواب شافی و کافی نہ گفت، دراں اثنا جواب آں بر من ظاہر شد کہ شیخ اشارت بمن کرد کہ جواب آں بگو، من گفتم چوں ولی بولایت متحقق گردد دراں معنی کہ روحانیت وے مصور بصورتے تواند شد ممکن بود کہ در وقت واحد در جہات مختلفہ خود را بصورتہائے متعددہ بنماید چنانکہ خواہد، پس آنکس کہ وے را در بعضے ازاں صور بعرفات دیدہ

شیخ مفرح رحمہ اللہ تعالٰی مصر کے اہلِ دل حضرات سے ہیں، بزرگ رتبہ اور بڑی شان رکھتے تھے، ان کے ایک مرید نے عرفہ کے دن انھیں عرفات میں دیکھا اور دوسرے مرید نے اسی دن انھیں اپنے گھر میں دیکھا اور دن بھر ان کے ساتھ رہا، جب دونوں مریدوں کی ملاقات ہُوئی اور ہر ایک نے جو دیکھا تھا آپس میں بیان کیا تو ان کے درمیان اختلاف ہُوا۔ ایک نے کہا: حضرت عرفہ کے دن عرفات میں تھے اور اس کی صداقت پر طلاق کی قسم کھائی۔ دوسرے نے کہا: اُس روز دن بھر اپنے گھر میں تھے، اس نے بھی طلاق کی قسم کھائی۔ پھر جھگڑتے ہُوئے شیخ مفرح کے پاس آئے۔ شیخ نے کہا: دونوں سچ کہتے ہیں، کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔ اکابر میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے شیخ مفرح سے پوچھا: ہر ایک کی صداقت دُوسرے کی قسم ٹوٹنے کی مقتضی ہے پھر کسی کی قسم کیسے نہیں ٹوٹی؟ —— جس مجلس میں مَیں نے یہ سوال کیا علماء کی ایک جماعت موجود تھی، شیخ نے سب کو اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں کلام کریں۔ ہر شخص نے کچھ نہ کچھ بیان کیا مگر کسی نے شافی وکافی جواب نہ دیا۔ اسی اثناء میں جواب مجھ پر منکشف ہوگیا اور شیخ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ تم اس کا جواب دو —— میں نے عرض کیا کہ جب ولی کی ولایت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ اس

باشد، ہم راست دیدہ باشد وآنکہ در بعضے دیگر از ان صور در خانہ خودش دیدہ باشد ہم راست دیدہ باشد ولبوگند ہیچ یک حانث نہ شود، و شیخ مفرح فرمود کہ جواب صحیح این است کہ تو گفتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ[1]

کی روحانیت کسی صورت سے مصوَّر ہوسکے تو ممکن ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت کے اندر مختلف جہتوں میں اپنے کو متعدد صورتوں میں جیسے چاہے دکھائے۔ تو جس شخص نے حضرت کو ان صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں عرفات میں دیکھا صحیح دیکھا، اور اسی وقت دوسرے نے کسی اور صورت میں اپنے گھر کے اندر تشریف فرما دیکھا اس نے بھی سچ دیکھا، اور کسی کی قسم نہ ٹوٹے گی۔

شیخ مفرح نے فرمایا: صحیح جواب یہ ہے جو تم نے دیا —— خدا ان سے راضی ہو اور ہمیں ان سے نفع دے (ت)

حضرت میر سید عبدالواحد قدس سرہ الماجد سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری را قدس اللہ تعالٰے روحہ، در ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا استدعا آمدہ کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا را قبول کردند۔ حاضران پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا را قبول فرمودہ و ہر جا بعد از نماز پیشین حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد۔ فرمود کرشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب بعد از نماز پیشین از ہر دہ جا چوڈول رسید مخدوم ہر بارے از حجرہ بیرون می آمد و بر چوڈول سوار میشد و می رفت و نیز در حجرہ حاضر می ماند۔ خردمندا تو ایں را بر تمثیل حمل مکن یعنی مپندار کہ تمثیلہائے شیخ بچندیں جا ہا حاضر شدہ است۔ لاواللہ بلکہ عین ذات شیخ بہر جا حاضر شدہ بود۔ ایں خود در یک شہر و یک مقام واقع شد۔ و ذات ایں موحد خود در اقصائے عالم

ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرس پاک کی وجہ سے مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہ کی دس جگہ سے دعوت آئی کہ بعد نماز ظہر تشریف لائیں، حضرت نے دسوں دعوتیں قبول کیں۔ حاضرین نے پوچھا، حضور نے دسوں دعوتیں قبول فرمائی ہیں اور ہر جگہ نماز ظہر کے بعد پہنچنا ہے یہ کیسے میسر ہوگا؟ فرمایا: کرشن جو کافر تھا سیکڑوں جگہ حاضر ہوتا تھا اگر ابوالفتح دس جگہ حاضر ہو تو کیا عجب ہے؟۔ نماز ظہر کے بعد دسوں جگہ سے پالکی پہنچی، مخدوم ہر بار حجرہ سے باہر آتے، سوار ہوتے، تشریف لے جاتے اور حجرہ میں بھی موجود رہتے —— اے عقل مند! اسے تمثیل پر محمول نہ کرنا، یعنی یہ نہ سمجھنا کہ شیخ کی مثالیں اتنی جگہوں میں حاضر ہوئیں۔ نہیں قسم بخدا! عین ذاتِ شیخ ہر جگہ حاضر ہوئی۔ یہ تو ایک شہر اور ایک مقام میں واقع ہوا خود اس موحد کی ذات عالم

---

[1] نفحات الانس شیخ مفرح رحمۃ اللہ علیہ انتشارات کتاب فروشی مطبع توحیدی ص ۸۲ - ۵۸۱

حاضراست خواہ علویات خواہ سفلیات[1] کے سِروں میں موجود ہے خواہ علویات ہوں خواہ سفلیات۔ (ت)

جس کا دل ان حقائق کی وسعت نہ رکھے اور امور برزخ و آخرت کو اپنے مشہوداتِ دُنیا ہی پر قیاس کرے اُس پر یہ ماننا لازم ہوگا کہ حنفیہ کے نزدیک بھی میّت کو مثل قاری ثواب پہنچتا ہے کہ قاری کا ثواب تو اس کے پاس سے نہیں جاتا اور فرق مذہبین اتنا رہے گا کہ حنفیہ کے نزدیک وہ ثواب اثرِ ہبہ قاری ہے اور شافعیہ کے نزدیک اجابت دعائے قاری بہرحال وہ استبعاد جس کی بناپر تقسیم ثواب لازم سمجھے تھے باطل ہوگیا۔ لاکھوں ہوں تو لاکھوں کو اتنا ہی ثواب پہنچے گا اور قاری کا ثواب کم نہ ہوگا، بلکہ بعدد اموات ترقی کرے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قرأ الاخلاص احدی عشرمرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجربعدد الاموات[2]۔ رواہ الطبرانی والدارقطنی۔

جو سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر امواتِ مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعددِ اموات اجر پائے۔ (اسے طبرانی اور دارقطنی نے روایت کیا۔ ت)

باقی اصل مسئلہ کی تحقیق اور ہر ایک کو پُورا ثواب پہنچنے کی توثیق ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۱ از بندر کراچی محلہ جمعدار گل محمد مکرانی مرسلہ مولوی عبدالرحیم مکرانی ۲۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام و مفتیانِ عظام رحمکم ربکم اندریں مسئلہ کہ اگر گروہ صبیان قرآن خواندہ یا دیگر اعمال حسنہ کردہ و ثواب آں بموتٰی بخشد شرعاً می رسد یا نہ؟ بینوا الجواب بسند الکتاب و توجروا عند اللہ بحسن المآب صاحباً حسبۃ للہ تعالیٰ۔ جواب ایں مسئلہ بعبارت شافی و دلائل کافی از کتب فقہ حنفیہ و حدیث شریفہ مع حوالہ کتب فقہ نوشتہ و بمواہیر علمائے اعلام آنجائے ثبت نمودہ بفرستند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہند شد، چراکہ درباب ایں

علمائے کرام و مفتیانِ عظام، آپ پر خدا کی رحمت ہو، اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ اگر بچوں کی جماعت قرآن پڑھ کر یا دوسرے نیک اعمال کرکے اس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں؟ کتاب کی سند سے واضح جواب دیں اور خدا کے یہاں حسنِ انجام کا ثواب لیں۔

حضور! خالصاً للہ اس سوال کا جواب شافی عبارت اور کتبِ فقہ حنفی و حدیث شریف کے دلائل سے کتبِ فقہ کے حوالوں کے ساتھ تحریر فرما کر اور

---

[1] سبع سنابل سنبلہ ششم در حقائق وحدت الخ مکتبہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۷۰

[2] کنز العمال بحوالہ الرافعی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۴۲۵۹۶ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۵/۶۵۵

فتح القدیر عن علی رضی اللہ عنہ باب الحج عن الغیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۵

رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۲/۲۵۷

مسئلہ درمیان علمائے بندر کراچی مباحثہ واختلاف افتادہ است آخر الامر طرفین برین قرار دادہ اندکہ ہر جوابیکہ علمائے کرام بریلی دہند، ببایدکہ جانبین تسلیم نمایند۔

وہاں کے علمائے اعلام کی مہریں ثبت فرما کر ارسال فرمائیں۔ خدا کے یہاں اجر پائیں گے اور لوگ شکر گزار ہوں گے۔

اس مسئلہ میں بندر کراچی کے علماء میں مباحثہ اور اختلاف واقع ہوا۔ آخر طرفین نے یہ طے کیا کہ بریلی کے علمائے کرام جو جواب دیں وہ جانبین تسلیم کریں۔ (ت)

الجواب

اللھم لک الحمد صل علی المصطفٰی واٰلہ العمد ہر قربتے کہ صبی اہل آنست (نہ بچو اعتاق و صدقہ وہبۂ مال کہ اصلاً ازو صورت نہ بندد) چو از صبی عاقل ادا شود بر قول جمہور و مذہب صحیح و منصور ثوابش ہم از ان او باشد علامہ استروشنی در جامع صغار فرماید حسنات الصبی قبل ان یجری علیہ القلم للصبی لا لابویہ لقولہ تعالٰی وان لیس للانسان الا ما سعٰی ھذا قول عامۃ مشائخنا۔[1]

اے اللہ! تیرے ہی لیے حمد ہے حضرت محمد مصطفٰی اور ان کی آل معتمد پر درود نازل فرما۔ ہر وہ قربت کہ بچہ جس کا اہل ہے (غلام آزاد کرنا، صدقہ کرنا، مال کا ہبہ کرنا اور اس طرح کی قربتیں نہیں کہ یہ بچے سے واقع ہو نہیں سکتیں) جب عاقل بچے سے وُہ ادا ہوگی تو قول جمہور اور مذہب صحیح و منصور یہ ہے کہ اس کا ثواب بھی بچے ہی کے لیے ہوگا۔ علامہ استروشنی جامع صغار میں فرماتے ہیں، بچے کی نیکیاں جو اس پر قلم جاری ہونے سے قبل ہوں وُہ بچے ہی کے لیے ہیں اُس کے والدین کے لیے نہیں کیونکہ ارشادِ باری ہے: انسان کے لیے وہی ہے جو اُس نے کوشش کی ۔۔۔ یہ ہمارے عامۂ مشائخ کا قول ہے۔ (ت)

علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری در احکام الصبیان از کتاب الاشباہ فرماید:

تصح عباداتہ وان لم تجب علیہ واختلفوا فی ثوابھا والمعتمد انہ لہ وللمعلم ثواب التعلیم وکذا جمیع حسناتہ۔[2]

علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری کتاب الاشباہ کے احکام الصبیان میں فرماتے ہیں:

بچے کی عبادتیں صحیح ہیں اگرچہ اس پر واجب نہیں، ان کے ثواب کے بارے میں اختلاف ہے۔ معتمد یہ ہے کہ ثواب بچے ہی کے لیے ہوگا، اور معلم کو سکھانے کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح اس کی تمام نیکیوں کا حال ہے۔ (ت)

باز علمائے ما اصولاً و فروعاً تصریحاتِ جلیہ دارند کہ

پھر کتب اصول و فروع میں ہمارے علماء کی روشن تصریحات

---

[1] جامع احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین مسائل الکراہیۃ مطبعہ ازہریہ مصر ۱/۱۴۸

[2] الاشباہ والنظائر احکام الصبیان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۲

انسان رامی رسد کہ ثواب اعمال خودش از اںٔ غیرے کند کما نص علیہ فی الھدایۃ وشروحھا والملتقی والدر وخزانۃ المفتین والھندیۃ وغیرھا من کتب المذھب۔

موجود ہیں کہ انسان اپنے اعمال کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے، جیسا کہ ہدایہ، شروح ہدایہ، ملتقی، درمختار، خزانۃ المفتین، ہندیہ وغیرہا کتب مذہب میں اس کی صراحت ہے (ت)

علمائے کرام این سخن را ہمچناں مرسل و مطلق گزاشتہ اند و ہیچ بوئے از تخصیص وتقیید ندادہ۔ پس آن چنانکہ باطلاق اعمال بر شمول فرائض وتناول عملیکہ ابتداءً برائے خود بے نیت غیر کردہ باشد و بر ارسال غیر بر دخول حضور پُرنور سیدالانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والثناء استدلال کردہ اند ہمچناں اطلاق انسان بر دخول صبیان دلیلے کافی است تا آنکہ برہانے صحیح بر استثنائے آناں قائم شود وخود آں برہان کجا وکدام۔

علمائے کرام نے یہ کلام اسی طرح مُرسَل و مطلق رکھا ہے، کسی تخصیص وتقیید کا اشارہ ونشان نہ دیا —— تو جس طرح اعمال کو مطلق ذکر کرنے سے علماء نے یہ استدلال کیا کہ یہ حکم فرائض کو بھی شامل ہے اور اس عمل کو بھی جسے ابتداء میں اپنے لیے دوسرے کی نیت کے بغیر کیا ہو —— اور جس طرح "غیر" کے عموم سے یہ استدلال کیا کہ اس میں حضور پُرنور سیدالانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والثناء بھی داخل ہیں اسی طرح لفظ "انسان" مطلق مذکور ہونا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ اس میں بچے بھی داخل ہیں جب تک کہ کوئی صحیح برہان ان کے استثناء پر قائم نہ ہوجائے —— مگر ایسی برہان کہاں اور کون؟ (ت)

فی ردالمحتار: فی البحر بحثا ان اطلاقھم شامل للفریضۃ[1] اھ وفیہ عنہ ان الظاھر انہ لافرق بین ان ینوی بہ عند الفعل للغیر او یفعلہ لنفسہ ثم بعد ذٰلک یجعل ثوابہ لغیرہ لاطلاق کلامھم[2] اھ وفیہ قلت وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ یدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذلک حیث انقذنا من الضلالۃ[3] اھ۔

ردالمحتار میں ہے: بحر میں بطور بحث ہے کہ علماء کا اعمال کو مطلق ذکر کرنا فرض کو بھی شامل ہے اھ اور اسی میں اُسی بحر کے حوالے سے ہے: ظاہر یہ ہے کہ میرے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ عمل کے وقت دوسرے کے لیے کرنے کی نیت کی ہو یا اپنے لیے کرنے کی نیت کی ہو، پھر اس کا ثواب دُوسرے کے لیے کردے، اس لیے کہ کلامِ علما میں اطلاق ہے، ایسی کوئی قید نہیں اھ —— اسی میں ہے: میں نے کہا: ہمارے علما کا قول ہے کہ "وہ اپنے عمل کا

[1] ردالمحتار باب الحج عن الغیر دار احیاء التراث العربی بیروت ٢/ ٢٣٦
[2] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیت الخ 〃 〃 〃 ١/ ٦٠٥
[3] ردالمحتار مطلب فی اہداء ثواب القرأۃ الخ 〃 〃 〃 ١/ ٦٠٦-٦٠٥

ثواب "دوسرے" (اپنے غیر) کے لیے کرسکتا ہے" ___ تو اس میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل ہیں اس لیے کہ وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ حضور نے ہی ہمیں گمراہی سے نجات دی اھ (ت)

نہایت آنچہ اینجا بخاطر خطور تواں کرد آں ست کہ نزد اصحاب معشر حنفیہ عمّہم اللہ بالطافہ الخفیہ۔ این کار ہبہ ثواب و اہدائے آنست وصبی از اہل تبرع نیست۔

زیادہ سے زیادہ جو شبہ یہاں دل میں گزرسکتا ہے وُہ یہ ہے کہ ہمارے علمائے حنفیہ کے نزدیک ___ ان پر اللہ کی پوشیدہ عنایتیں عام ہوں ___ یہ عمل ثواب کا ہبہ اور ہدیہ ہے اور بچہ تبرّع (اپنی طرف سے بھلائی اور احسان کے طور پر کچھ کرنے) کا اہل نہیں ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق صبیِ عاقل از ہرگونہ تبرع محجور نیست۔ منشائے حجر ہمیں ضرر ست۔ ولو فی الحال کما فی القرض ولو بالاحتمال کما فی البیع آنجا کہ ہیچ ضرر نیست در حجر نظر نیست بلکہ خلاف نظر وعین اضرار ست کہ بمشابہ الحاق او بجماد و احجار ست۔ آخر نہ بینی کہ صبی بالاجماع از اہل ابتداء بسلام است بلکہ مودبش را باید کہ اگر خود بایں کار خوگر نباشد تعلیمش نماید، حالانکہ این نیز از باب تبرع است تا آنکہ در حدیث او را صدقہ نامیدہ اند ابوداؤد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تسلیمہ علی من لقی صدقۃ۔[1] ہمچنان با برادرِ خود بکشادہ روی سخن فرمودن و باظہار بشاشت دندان سپید نمودن البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن حبان فی صحیحہما عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبسمك فی وجہ اخیك لك صدقۃ۔[2]

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ت) عاقل بچہ ہر طرح کے تصرف سے محجور نہیں (حَجر کا معنٰی تصرف سے روک دینا) حَجر کا منشا یہی ضرر ہے اگرچہ فی الحال نقصان ہو جیسے قرض دینے میں، یا اس کا احتمال ہو جیسے بیع میں ___ جہاں کوئی ضرر نہیں وہاں حَجر میں نظر اور بچہ کی رعایت نہیں، بلکہ یہ خلافِ نظر اور بعینہٖ ضرر رسانی ہے کہ گویا اسے جماد اور پتھر سے لاحق کردینا ہے۔ دیکھئے کہ بچہ بالاجماع اس کا اہل ہے کہ سلام میں پہل کرے بلکہ اس کے مُربّی کو چاہیے کہ اگر خود اس کا عادی نہ ہو تو اسے سکھائے، حالانکہ یہ بھی تبرع ہی کے باب سے ہے یہاں تک کہ حدیث میں اسے صدقہ کا نام دیا گیا ہے۔ ابوداؤد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک حدیث میں راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ملے اس سے سلام کرنا صدقہ ہے۔" اسی طرح اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی اماطۃ الاذی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۵

[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۷

بات کرنا اور اظہارِ بشاشت کے ساتھ مسکرانا ــــ امام بخاری نے ادب المفرد میں اور ترمذی و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں ان ہی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اُپنے بھائی کے سامنے تیرا تبسم کرنا تیرے لیے صدقہ ہے۔ (ت)

،ہمچناں راہ گم کردہ را بذکر معالم طریق دلالت کردن احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دل الطریق صدقۃ[1] وفی حدیث ابی ذر المذکور ارشادك الرجل فی ارض الضلال صدقۃ۔

اسی طرح راستہ بھول جانے والے کو راہ کے نشانات بتا کر راہنمائی کر دینا ــــ امام احمد اور بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "راستہ بتانا صدقہ ہے" ــــ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مذکور میں ہے: "جہاں کوئی راہ بھٹک جائے اس کی رہنمائی کر دینا صدقہ ہے"۔ (ت)

،ہمچناں کر راسخن شنواندن الخطیب فی جامعہ عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسماع الاصم صدقۃ[3]۔

اسی طرح بہرے شخص کو بات سنوانا ــــ خطیب اپنی جامع میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "بہرے کو سنانا صدقہ ہے"۔

،ہمچناں کہ باکسیکہ جماعت نیافت اقتدا نمودن احمد وابوداؤد وابن حبان والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ[4]۔

اسی طرح جس شخص نے جماعت نہ پائی اس کی اقتدا کرنا ــــ امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "ارے کوئی ایسا شخص نہیں جو اس پر صدقہ کر دے کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے"۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الخدمۃ فی الغزو قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۴

[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷

[3] جامع للخطیب مروی از مسند ابی سعید الخدری دارالفکر بیروت ۳/۶۴

[4] سنن ابی داؤد باب فی الجمع فی المسجد مرتین آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵

[5] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوامامہ دارالفکر بیروت ۵/۲۵۴

ہمچناں انواع برکثیرو وافراست و درآنہا ئے
و بر روئے صبیان مسلمین فراز نیست تا زیانے یا اندیشۂ
او نباشد ازیں ہمہ بگزرو بالاتر شنو ترا میرسد کہ پسر خود
پسران ماذون ہرکرا خواہی کہ بے حاجت باذن کسے
محجور را از ولی پرسیدہ در خصومات خویش وکیل کنی یا متاع
خودت فروختن یا کالائے برائے تو خریدن فرمائی
بے آنکہ نام اجرے درمیان باشد ایں خود جز تبرع
چیست ۔ اما روا داشتند کہ زیانے نہ پنداشتند بلکہ تصحیح
عبارات او را سود نگاشتند ۔ درجامع الصغار است فی
وکالۃ الذخیرۃ اذا وکل صبیا یبیع عبدہٗ او وکلہ
بان یشتری لہ شیئا فباع واشتری جاز اذا
کان یعقل ذلک فلا عھدۃ علی الصبی وانما
العھدۃ علی الآمر، وکذلک لو وکل صبیا
بالخصومۃ جاز بعد ان یکون الصبی بحیث
یعقل ما یقول وما یقال وھذہ المسئلۃ فی
الحاصل علی وجھین اما ان یکون صبیہ
او صبی غیرہ فان وکل صبیہ جاز ولا یستامر
احدا وان وکل صبی غیرہ فان کان ماذونا لہ
فی التجارۃ لا یستامر ولیہ وان کان
محجورا علیہ یستامر ولیہ فان اذن ولیہ
جاز لہ ان یوکلہ وھذا لان استعمال صبی
الغیر بغیر اذن الولی لا یجوز، و باذنہ یجوز
قالوا وھذہ المسألۃ روایۃ ان للاب
ان یعیر ولدہ وقد اتفق علیہ المشائخ
وھل لہ ان یعیر مال ولدہ بعض المتاخرین

اس طرح کی بہت سی اور کثیر نیکیاں ہیں ــــ اور
ان کا دروازہ مسلمان بچوں پر بند نہیں جب تک کہ کوئی
نقصان یا اندیشۂ نقصان نہ ہو۔

ان سب سے آگے بڑھئے اور بلند تر سنیئے ــــ
انسان اپنے لڑکے کو، یا ماذون لڑکوں میں سے جس کو
چاہے ــــ بغیر اس کے کہ کسی کے اذن کی حاجت ہو
ــــ اور محجور ہو تو اس کے ولی سے پوچھ کر، اپنے مقدمات
میں وکیل بنا سکتا ہے یا اسے اپنا سامان بیچنے یا اپنے
لیے کوئی سامان خریدنے کا حکم دے سکتا ہے، بغیر اس
کے کہ درمیان میں کسی اُجرت کا نام ہو ــــ یہ خود تبرّع
نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر علما نے اسے جائز رکھا کیونکہ اس
میں کوئی نقصان نہ سمجھا، بلکہ اسکی عبارت کی تصحیح کو فائدہ قرار دیا۔
جامع الصغار میں ہے: ذخیرہ کتاب الوکالۃ میں ہے:
اپنا غلام بیچنے کے لیے کسی بچے کو وکیل بنایا اور بچے نے
خرید و فروخت کیا تو جائز ہے جبکہ بچہ اسے سمجھتا ہو اور
ذمّہ بچے پر نہیں بلکہ آمر پر ہوگا ــــ اسی طرح اگر
کسی بچے کو مقدمے کا وکیل بنایا تو جائز ہے جبکہ یہ سمجھتا
ہو کہ خود کیا کہہ رہا ہے اور اس سے کیا کہا جا رہا ہے۔
بلحاظ حاصل اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں: (۱) یا تو خود
اس کا بچہ ہوگا (۲) یا دوسرے کا ہوگا۔ اگر اپنے بچّہ کو
وکیل بنایا تو جائز ہے اور کسی سے اجازت نہیں لینا ہے۔
اور اگر دوسرے کے بچے کو وکیل بنایا تو (دو حالت ہے)
اگر وہ تجارت کے لیے ماذون تھا تو اس کے ولی سے
اجازت لے ــــ اگر اس نے اجازت دے دی تو اسے
وکیل بنانا جائز ہے ــــ یہ اس لیے کہ دوسرے کے بچے

قالوا له ذلك وعامتهم علٰی انہ لیس لہ ذلك ثم ان محمدا رحمہ اللہ تعالٰی جوز بیع الصبی المحجور علیہ وشراءہ لغیرہ ولم یجوز بیعہ وشراءہ لنفسہ لان بیعہ وشراءہ لنفسہ متردد ان بین النفع والضرر واما بیعہ وشراءہ لغیر علٰی وجہ لا یلزمہ العھدۃ نفع محض لان فیہ تصحیح عبارتہ والصبی العاقل من اھل التصرفات النافعۃ المحضۃ کقبول الھبۃ وغیر ذلك وانما لایلزمہ العھدۃ لان فیہ ضرر للصغیر[1] الخ

سے اجازتِ ولی کے بغیر کام لینا جائز نہیں، اور اس کے اذن سے ہو تو جائز ہے ـــــ علماء نے فرمایا اس مسئلہ سے متعلق ایک روایت ہے وُہ یہ کہ باپ اپنے بچے کو عاریۃً دے سکتا ہے۔ اس پر مشائخ کا اتفاق ہے۔ اپنے بچے کے مال کو عاریۃً دے سکتا ہے یا نہیں؟ بعض متاخرین نے کہا دے سکتا ہے۔ اور اکثر اس پر ہیں کہ باپ کو اس کا اختیار نہیں ـــــ پھر جو بچہ مجور ہے وہ اگر دوسرے کے لیے خرید و فروخت کرے توامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اسے جائز رکھا ہے، اور اپنے لیے خرید و فروخت کرے تو اس کو جائز نہ قرار دیا اس لیے کہ اپنے لیے اس کی جو خرید و فروخت ہوگی اُس میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہے اور دوسرے کے لیے جب اس طور پر خرید و فروخت ہوگی کہ ذمہ بچے پر نہ آئے تو اس میں اس کے لیے محض نفع ہے کیونکہ اس کی تعبیر اور گفتگو صحیح قرار پا جاتی ہے ـــــ اور عاقل بچہ ایسے تصرفات کا اہل ہے جن میں صرف نفع ہو جیسے ہبہ قبول کرنا وغیرہ ـــــ اور ذمہ بچہ پر نہ آئے گا اس لیے اس میں بچے کا ضرر ہے الخ (ت)

ہمچناں در فصل سی و چہارم از جامع الفصولین در احکام الصبیان ست[2] والعبارۃ الاولی اتم فائدۃ واعظم عائدۃ پس بوضوح پیوست کہ صبی اگرچہ مجور است از تبرع بے ضرر مجور نیست ھذہٖ کبری ولنبین الصغری چوں بتوفیقہ تعالٰی برہنمائی فقہ و حدیث در ما نحن فیہ نظر مے کنیم ہبہ ثواب واہدائے او بمسلمانے را بحمد اللہ تعالٰی نفع بے ضرر مے یابیم این نہ ہچو ہبہ مال ست کہ چو یکسے

اسی طرح جامع الفصولین کی فصل ۳۴ میں بچوں کے احکام کے بیان میں ہے ـــــ مگر عبارتِ بالا زیادہ مفید اور عظیم نفع کی حامل ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ بچہ اگرچہ مجور ہو مگر بے ضرر تبرع سے مجور نہیں ہے یہ کبرٰی ہوا اب ہم صغرٰی بیان کرتے ہیں۔ بتوفیقِ الٰہی جب ہم فقہ و حدیث کی رہنمائی میں زیرِ بحث مسئلہ میں غور کرتے ہیں تو کسی مسلمان کو ثواب ہبہ و ہدیہ کرنے کو بحمدہٖ تعالٰی ہم نفع بے ضرر پاتے ہیں ـــــ

---

[1] جامع احکام الصغار علٰی ہامش جامع الفصولین مسائل الوکالۃ مطبعۃ الازہریہ مصر ۱/ ۲۷۵-۷۶

[2] جامع الفصولین فصل ۳۴ احکام الصبیان مطبعۃ الازہریہ مصر ۲/ ۸-۲۰۷

دہی ازخود گم کنی، تا نزد تست بدیگرے نہ رسد چوں بدیگر رسد پیش تو نماند این جا بسعت فضل وکمال کرم رب العزۃ جل جلالہ ہم ثواب تو نزد تو ماند۔ وہم بموہوب لہ رسد بلکہ بایں کار خود ثواب تو دہ بالا شود۔ پس این نفع بےنقصو وتجارۃ لن تبور است۔ در حدیث (۱) است کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من حج عن میت فللذی حج مثل اجرہ[1] ہر کہ از جانب مردہ حج کند مراو را مثل ثواب آں میت باشد رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث (۲) کہ حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰے وسلامہ علیہ فرمود اذا تصدق احدکم بصدقۃ تطوعا فلیجعلھا من ابویہ فیکون لھما اجرھا فلا ینقص من اجرہ شیئ[2]۔ چوں کسے از شما صدقہ نافلہ کردن خواہد باید کہ اورا از مادر و پدر خود گرداند کہ ایشاں را ثواب او باشد واز ثواب ایں کس چیزے نکاہد رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن عساکر عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

حدیث (۳) روی نحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن معاویۃ بن حَیدۃ القُشَیری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یہ ہبہ مال کی طرح نہیں کہ مال جب کسی کو دیا تو اپنے پاس سے گیا۔ اور جب تک اپنے پاس ہے دوسرے تک نہ پہنچے گا۔ جب دوسرے کے پاس پہنچ جائیگا تو اپنے پاس نہ رہیگا۔ یہاں وسعتِ فضلِ الٰہی اور کمالِ ربانی سے ہدیہ کرنے والے کا ثواب خود اس کے پاس بھی رہتا ہے اور موہوب لہ کے پاس بھی پہنچتا ہے بلکہ اس عمل کی وجہ سے خود اس کا ثواب دس گنا ہوجاتا ہے تو یہ ایسا نفع ہے جس میں کوئی کمی نہیں اور ایسی تجارت ہے جس میں ہرگز کوئی خسارہ نہیں۔

حدیث ۱: حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی وفات یافتہ کی جانب سے حج کرے اس کے لیے بھی ثواب میت کے مثل ثواب ہو۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نفل صدقہ کرنا چاہے تو چاہیے کہ اُسے اپنے ماں باپ کی جانب سے کردے کہ انھیں اس کا ثواب ملے گا اور اس شخص کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کیا۔

حدیث ۳: اسی کے ہم معنی دیلمی نے مسند الفردوس میں معاویہ بن حَیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط کتاب الحج باب فیمن مات وعلیہ الحج دار الکتاب بیروت ۳/۲۸۲

[2] ؍؍ ؍؍ کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی المیت ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳/۱۳۸

حدیث (۴) کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدٰی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات[1] ہر کہ بگورستان گزرد وسورۂ اخلاص یازدہ بار خواندہ بمردگان بخشد بشمار مردگان ثوابش دادہ شود۔ رواہ الدارقطنی والطبرانی والدیلمی والسلفی عن امیرالمؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ۔

حدیث (۵) کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما الحدیث[2] چوں کسے از والدین خودش حج کند ہم از قبول کردہ شود وہم ایشان رواہ الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پیداست کہ معنی قبول ہمیں عطائے ثواب ست کما نص علیہ العلماء ولذا قال فی التیسیر ای اثابہ واثابھما علیہ فیکتب لہ ثواب حجۃ مستقلۃ ولھما کذالک[3]

حدیث (۶) کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حج عن ابیہ اوعن امہ فقد قضی عنہ

حدیث ۴ : حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : جو قبرستان سے گزرے اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے اُسے مُردوں کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا۔[1] دارقطنی، دیلمی اور سلفی نے امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا۔

حدیث ۵ : رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو اس کی جانب سے بھی قبول کیا جائے اور اُن کی جانب سے بھی ــــ اسے دارقطنی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

ظاہر ہے کہ قبول کا معنٰی یہی ثواب دینا ہے۔ جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح فرمائی۔ اسی لیے تیسیر میں فرمایا : یعنی اس پر اُسے بھی ثواب دے اور اس کے ماں باپ کو بھی ثواب دے تو اس کے لیے بھی مستقل حج لکھے اور ان کے لیے بھی ویسا ہی۔

حدیث ۶ : رسول انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : جس نے اپنے باپ یا ماں کی طرف سے حج کیا تو

---

[1] کنز العمال بحوالہ رافعی عن علی حدیث ۴۲۵۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۶۵۵
اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابومحمد سمرقندی فی فضائل سورۃ الاخلاص دارالفکر بیروت ۱۰/ ۳۷۱

[2] سنن الدارقطنی کتاب الحج نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۶۰

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ماقبل مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۸۹

حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج[1] ہر کہ از پدر و مادر خود حج کرد پس بدرستے کہ حج از او ادا کرد و خودش فضیلت دہ حج یافت رواہ الدارقطنی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بے شک اُس کی جانب سے حج ادا کردیا اور خود دس حج کی فضیلت پائی ۔۔۔ اسے دارقطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

در ردالمحتار است الثواب لاینعدم کما علمت[2] اھ ای اذا اھدی ثواب عملہ لغیرہ وصل الیہ ولم ینعدم من عندہ۔

ردالمحتار میں ہے : ثواب معدوم نہیں ہوجاتا جیسا کہ معلوم ہوا اھ ۔۔۔ یعنی جب اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو ہدیہ کیا تو اس کے پاس پہنچ گیا اور خود ہدیہ کرنے والے کے پاس سے فنا نہ ہوا۔

وفیہ عن العلامۃ نوح آفندی عن مناسک القاضی حج الانسان عن غیرہ افضل من حجہ عن نفسہ[3] الخ

اسی ردالمحتار میں علامہ نوح آفندی سے منقول ہے وہ مناسک قاضی سے ناقل ہیں : انسان کا دوسرے کی جانب سے حج کرنا خود اپنی طرف سے حج کرنے سے افضل ہے الخ

وفیہ عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانہا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ اھ قال وھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ[4] الخ۔

اور اُسی میں تاتارخانیہ سے ، اُس میں محیط سے منقول ہے ، جو کوئی نفل صدقہ کرے اُس کے لیے افضل یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرلے کہ وہ ان سب کو پہنچے اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا اھ ۔۔۔ فرمایا : یہی اہلِ سنت وجماعت کا مذہب ہے الخ۔

بالجملہ اہدائے ثواب ہمچو روشن کردن چراغ از چراغ ست کہ ازیں چراغ چیزے نہ کاہد ، و چراغ دیگر روشنائی یابد ، و شک نیست کہ صبی از ہمچو تبرع

مختصر یہ کہ ثواب ہدیہ کرنا ایسا ہے جیسے چراغ سے چراغ جلانا کہ اس چراغ سے کچھ کم نہیں ہوتا اور دوسرے چراغ کو روشنی مل جاتی ہے ۔۔۔ اور بلاشبہہ بچہ اس

---

[1] سنن الدارقطنی ، کتاب الحج ، نشر السنۃ ملتان ۲/۲۶۰
[2] ردالمحتار ، باب الحج عن الغیر ، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳۶
[3] ردالمحتار ، " ، " ۲/۲۴۱
[4] " ، مطلب فی القراءۃ للمیت الخ ، " ۱/۶۰۵

زنہار مجبور نیست بلکہ چراغ افروختن نیز نظیر او نتواں شد کہ آنجا اگر از چراغ چیزے کم نشود فزوں ہم نشود و اینجا ثواب واہب یکے دہ می شود واللہ یضٰعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔

طرح کے تبرع سے ہرگز مجبور نہیں —— بلکہ چراغ جلانا بھی اس کی نظیر نہیں ہوسکتی کہ وہاں اگر چراغ سے کچھ کم نہیں ہوتا تو کچھ زائد بھی نہیں ہوتا۔ اور یہاں ہبہ کرنیوالے کا ثواب ایک کا دس ہوجاتا ہے، اور اللہ جس کیلئے چاہے اور زیادہ کرتا ہے۔ اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

بمثل فرض کن اگر در محسوس نیز صورتے ہمچناں یافتہ شدے کہ صبی درہمی دہد و آں درہم ہم بموہوب لہ رسد وہم بدست صبی برقرار ماند ویکے دہ گردد آیا معقول بود کہ شرع مطہر صبی را از ہچو تصرف باز داشتے حاش للہ حجر برائے نظر وضع ضرر است نہ بہر دفع نفع والحاق بحجر این است دریں مسئلہ طریق نظر۔

بطور مثل فرض کیجئے اگر عالم محسوس میں بھی کوئی ایسی صورت ہوتی کہ بچہ ایک درہم دے وہ درہم موہوب لہ کے پاس بھی پہنچے اور بچے کے ہاتھ میں بھی برقرار رہے اور ایک کا دس ہوجائے تو کیا یہ متصور تھا کہ شرع مطہر بچے کو ایسے تصرف سے روک دیتی —— حاشا للہ! حَجر ضرر دُور کرنے پر نظر کے لیے ہے نفع دور کرنے اور حَجر (پتھر) سے لاحق کرنے کے لیے نہیں ہے —— یہ اس مسئلہ میں طریق نظر ہے۔ (ت)

ثمّ اقول وباللہ التوفیق ہمانا از کلمات علماء نص جزئیہ برآریم علمائے ما در عامہ کتب تصریح فرمودہ اند کہ مسئلہ حج عن الغیر برہمیں اصل کلی مبتنی ست کہ انسان را می رسد کہ ثواب عملش ازاں دیگرے کند۔ فی الہدایۃ باب الحج عن الغیر: الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلٰوۃ اوصوما اوصدقۃ اوغیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ[1] اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین برمز "ہ" لھا و فی الدر باب الحج عن الغیر الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ

ثمّ اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق خدا تعالٰی ہی سے ہے۔ ت) کلمات علماء سے ہم خود اس جزئیہ کی صراحت لائیں۔ ہمارے علمائے نے عامہ کتب میں تصریح فرمائی ہے کہ دوسرے کی جانب سے حج کی بنیاد اُسی قاعدہ کلیہ پر ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے۔ ہدایہ باب الحج عن الغیر میں ہے: اس باب میں اصل یہ ہے کہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک انسان کو حق حاصل ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے لیے کردے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اور کچھ، اھ۔ اسی کے مثل خزانۃ المفتین میں ہدایہ کے لیے "ہ" کے رمز کے ساتھ ہے ——

[1] الہدایۃ باب الحج عن الغیر المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۲۷۶

جعلُ ثوابہا لغیرہ[1] اھ وفی الھندیۃ عن الغایۃ کالھدایۃ معرض یادۃ مفیدۃ[2] وفی ملتقی الابحر اٰخر الباب وللانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ فی جمیع العبادات[3] اھ قال فی شرحہ مجمع الانھر ھذا وقع فی معرض العلۃ لما قبلہ[4] اھ پس ثابت شد کہ حج از دیگرے کردن از باب اہدائے ثواب است، ورنہ این تفریع راچہ محل بودے، حالا باید دید کہ صبی نیز حج عن الغیر تواں کرد یانہ، در کتب مذہب تصریحات جلیہ است کہ می تواں کرد۔ در تنویر الابصار است یشترط اھلیۃ المامور لصحۃ الافعال[5]۔ درحاشیہ علامہ طحطاوی است عبر بالصحۃ دون الوجوب لیعم المراھق فانہ اھل للصحۃ دون الوجوب[6]۔ در درمختار است فجاز حج الصرورۃ والمرأۃ والعبد والمراھق وغیرھم اولی لعدم الخلاف[7] اھ ملخصا۔ و در ردالمحتار است الشرط ھو الاھلیۃ دون الذکورۃ والحریۃ والبلوغ[8] اھ ملخصا۔ وہم دراں از لباب در تعداد شرائط آورد

درمختار باب الحج عن الغیر میں ہے: اصل یہ ہے کہ جو شخص بھی کوئی بھی عبادت کرے اسے اختیار ہے کہ اُس کا ثواب دوسرے کے لیے کر دے اھ ____ ہندیہ میں غایہ کے حوالے سے عبارت ہدایہ کی طرح ایک مفید اضافے کے ساتھ ہے ____ ملتقی الابحر باب مذکور کے آخر میں ہے: انسان کو تمام عبادات پر اختیار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر دے اھ۔ اس کی شرح مجمع الانھر میں ہے: یہ عبارت بیان ماقبل کے لیے علت کی منزل میں ہے ____ تو ثابت ہوا کہ دوسرے کی جانب سے حج کرنا اہدائے ثواب کے باب سے ہے ____ ورنہ اس تفریع کا کیا موقع ہوتا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ بچہ بھی دوسرے کی جانب سے حج کر سکتا ہے یا نہیں؟ ____ کتبِ مذہب میں روشن تصریحات موجود ہیں کہ کر سکتا ہے ____ تنویر الابصار میں ہے: صحت افعال کے لیے مامور کا اہل ہونا شرط ہے ____ حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے، "صحت" سے تعبیر فرمائی "وجوب" سے نہیں، تاکہ مُراہق (قریب البلوغ لڑکے)

---

[1] درمختار | باب الحج عن الغیر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۸۱
[2] ملتقی الابحر | " | موسسۃ الرسالہ بیروت | ۱/ ۲۳۴
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر | باب الحج عن الغیر | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/ ۳۱۰
[4] درمختار شرح تنویر الابصار | باب الحج عن الغیر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۸۱
[5] طحطاوی علی الدر المختار | باب الحج عن الغیر | دارالمعرفۃ بیروت | ۱/ ۵۴۹
[6] درمختار | " " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۸۲
[7] ردالمحتار | " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/ ۲۴۱

41

والتاسع عشر تمیز المامور فلا یصح احجاج
صبی غیر ممیز ویصح احجاج المراھق[1] ـــــ
ہم دراں ست ھذہ الشرائط کلھا فی الحج الفرض
واما النفل فلا یشترط فیہ شیئ منھا الا
الاسلام والعقل والتمییز[2] ـــــ ہمچناں
در مناسک علامہ سندی است و در ہندیہ از غایۃ
السروجی شرح ہدایہ از علامہ کرمانی آورد الافضل ان
یکون عالما بطریق الحج وافعالہ ویکون حرا عاقلا
بالغا[3] اھ **اقول** المراد بالعاقل ما یقابل
المعتوہ الذی حکمہ حکم الصبی العاقل
دون ما یقابل المجنون لان اصل العقل
شرط صحۃ العبادات والکلام ھھنا فی
الافضلیۃ وکان الحاصل ان الافضل
ان لا یکون عبدا ولا معتوھا ولا صبیا
ممیزا وانما اکثرنا من النقول فی المسئلۃ
لما وقع فی بعض نسخ اللباب من تصحیف
اوقع الشارح فی بحث مضطرب وقد اجبنا
بحول اللہ تعالٰی فیما علقنا علی طرقہ بما لامزید
علیہ ولا حاجۃ بنا الی الاطالۃ بایرادہ ھنا
باز بر ظاہر الروایۃ مؤید بنصوص صراح احادیث صحاح
کہ نفس عمل از جانب آمر واقع شود ۔ ایں معنی دراں

کو بھی شامل ہو کیونکہ حج کی ادائیگی اس سے صحیح ہے مگر
اُس پر واجب نہیں ـــــ درمختار میں ہے: ضرورہ
(جس نے اپنا حجِ اسلام نہ کیا ہو) عورت، غلام
اور مُراہق کا حج جائز ہے اور ان کے علاوہ (حجِ بدل
کے لیے) ہوں تو بہتر ہے تاکہ اختلافِ ائمہ نہ رہے اھ
ملخصا ـــــ ردالمحتار میں ہے: شرط صرف اہلیت ہے،
مرد ہونا، آزاد ہونا، بالغ ہونا شرط نہیں اھ ملخصا
ـــــ اسی میں لباب سے تعدادِ شرائط میں نقل ہے:
انیسویں شرط یہ ہے کہ مامور باتمیز سمجھدار ہو تو ناسمجھ بچے
سے حج کرانا صحیح نہیں اور مُراہق سے حج کرانا صحیح ہے
ـــــ اسی میں ہے: یہ ساری شرطیں حجِ فرض میں ہیں
نفل میں اسلام، عقل اور تمیز کے سوا کوئی شرط نہیں ـــــ
اسی طرح مناسک علامہ سندی میں ہے ـــــ ہندیہ
میں غایۃ السروجی از علامہ کرمانی کے حوالے سے ہے:
افضل یہ ہے کہ طریقۂ حج اور افعالِ حج سے باخبر ہو
اور آزاد، عاقل، بالغ ہو اھ ـــــ **اقول** یہاں
عاقل سے مراد معتوہ کا مقابل ہے جس کا حکم عاقل
بچے کا ہے، مجنون کا مقابل مراد نہیں اس لیے کہ
نفسِ عقل تو تمام عبادات کی "صحت" کے لیے شرط
ہے، اور یہاں کلام "افضلیت" کے بارے میں
ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ افضل یہ ہے کہ نہ غلام ہو،

---

[1] ردالمحتار بحوالہ اللباب باب الحج عن الغیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۴۰

[2] " " " " " " " " " "

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی الحج عن الغیر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۵۷

کار مارا مؤید تر است کہ چوں صبی ممیز اصل عمل بہر دیگرے وازاں او مے تواں کرد وہبہ ثواب یکے از توابع اوست وذٰلک قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما روینا عنہ تقبل منہ ومنہما کما اسلفنا پس از مجرد اہدائے ثواب مانع کیست وحاجز چیست، سخن اینجا دراز است ودر فیض الٰہی باز اما برہمیں قدر بسندہ کنیم حامدین لربنا علی جودہ ونوالہ ومصلین علی سیدنا محمد وآلہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

زمعتوہ، نہ ممیز بچہ ـــــ ہم نے اس مسئلہ میں حوالے زیادہ پیش کئے جس کی وجہ یہ ہے کہ لباب کے بعض نسخوں میں کچھ خطائے کتابت واقع ہوئی جس نے شارح کو ایک با اضطراب بحث میں ڈال دیا جس کا جواب بعونہ تعالٰی ہم نے اس کے حاشیہ میں کامل طور پر دے دیا ہے یہاں اسے ذکر کرکے کلام طویل کرنے کی ضرورت نہیں ـــــ پھر ظاہر الروایہ کی بنیاد پر جو صحیح احادیث کے صریح نصوص سے تائید یافتہ ہے کہ نفس عمل آمر کی جانب سے واقع ہوتا ہے۔ یہ معنی اس کام میں ہمارے لیے زیادہ مؤید ہے کہ جب ممیز بچہ اصل عمل دوسرے کے لیے اور اس کے حق میں کرسکتا ہے اور ثواب ہبہ کرنا بھی اس کے توابع میں سے ایک ہے اور وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا روایت مذکورہ میں یہ ارشاد ہے کہ "اُس سے اور اس کے ماں باپ دونوں کی جانب سے قبول کیا جائے" ـــــ تو ثواب ہدیہ کرنے سے مانع کون ہے اور رکاوٹ کیا ہے؟ کلام یہاں طویل ہے اور فیضِ الٰہی کا دروازہ کشادہ، مگر ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں اس کے ساتھ اپنے رب کی، اس کے جُود وکرم پر حمد کرتے ہیں اور اپنے آقا حضرت محمد اور ان کی آل پر درود بھیجتے ہیں۔ اور خدائے پاک وبرتر خُوب جاننے والا ہے۔ اور اس ذاتِ بزرگ کا علم زیادہ کامل اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۲: از الٰہ آباد مدرسہ سبحانیہ دار الطلباء مرسلہ محمد سعید الحسن صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ششماہی یا سالانہ یوم معین وتاریخ مقررہ پر اپنے پیر کا عُرس ہوا کرے، لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ جو شخص یہ عرس کرے اور عرس کی نیاز کردہ شیرینی کو کھائے گا اُس پر بلاشبہہ جنت مقام، دوزخ حرام ہے۔ یہ کہنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ کس کا جنّت مقام اور کس پر دوزخ حرام۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ ورسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسہ پر یہ حکم لگا سکیں، تو یہ تَقَوُّل علی اللہ (اللہ تعالٰی پر اپنی طرف سے لگا کر کچھ بولنا بات) ہوا اور وہ ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عہدا[1]۔ کیا اس نے غیب دیکھ لیا ہے یا رحمان کے یہاں کوئی عہد رکھا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۱۹/ ۷۸

قال تعالٰی :

اتقولون علی اللہ مالا تعلمون[1] کیا تم خدا پر وُہ بولتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۲۴۳ - ۲۴۴ از ہنگال ضلع سلہٹ موضع شوبید پور مرسلہ مولوی انوار الدین صاحب ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) میّت کے ثواب رساں کے لیے قرآن شریف کو ہدیہ کرنا یا چند نماز و روزہ وغیرہ کے کفارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہو تو کون کون صورتوں میں ؟ یعنی بعض میّت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں ۔ اور ان صورتوں میں مع وصیّت کے کیا حکم ہے ؟

(۲) بوقتِ دفن میّت کے دُعا وغیرہ پڑھ کر چھوٹے چھوٹے ڈھیلا وغیرہ پر دم کرکے قبر کے اندر رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

(۱) قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کر اس کا ثواب میّتِ مسلم کو پہنچانا جائز ہے ۔ کفّارے کے عوض میں قرآن مجید دے کر جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل و بے سود ہے ، بلکہ بحالِ وصیت ثلث مال یا باجازت ورثہ بالغین اُس سے زائد ، اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے اگر کفارہ واجبہ کی قدر کو کافی نہ ہو بطریق دور پورا کریں ، یعنی ایک بار فقیر کو دے دیں اس قدر کا کفارہ ادا ہوا ، فقیر بعد قبضہ پھر اُسے اپنی طرف سے ہبہ کردے ۔ وارث پھر فقیر کو کفارے میں دے ، یہاں تک کہ اُلٹ پھیر میں قدرِ کفارہ تک پہنچ جائے کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وقد حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ دُرِ مختار اور اس کے علاوہ کتب مبارکہ میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے ۔ ت)

(۲) کوئی حرج نہیں جبکہ قبر میں جگہ نہ گھیرے لعدم المنع و مالم یمنع لایمنع (کیونکہ اس سے ممانعت نہ آئی اور جس سے منع وارد نہیں وہ ممنوع نہ ہوگا ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۲۴۵ از پوسٹ فراش گنج ضلع نواکھالی ملک بنگالہ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اُس پر اُجرت دینا

---

[1] القرآن ۷ /۲۸

اور لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک قرآن مجید پڑھ کے چالیس درم سے کم اُجرت لینا اور پڑھانے والے کے لیے چالیس درہم سے کم اُجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ثواب رسانی کے لیے قرآن عظیم پڑھنے پر اُجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز، اور چالیس درہم اجرت محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۲۴۶ از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

دستور ہے کہ اغنیاء قرآن خوانی کے واسطے بُلائے جاتے ہیں اور اُن کی دعوت دی جاتی ہے، کیا ان اغنیا کو بعد قرآن خوانی دعوتِ طعام چہلم جائز ہے؟ اور یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

موت میں دعوت بے معنی ہے، فتح القدیر میں اسے بدعت مستقبحہ فرمایا لان الدعوۃ شرعت فی السرور لا فی الشرور[1] (اس لیے کہ دعوت خوشی میں مشروع ہے غمی میں نہیں۔ ت) اغنیا کا اس میں کچھ حق نہیں، اور اگر بنظر المعہود عُرفاً کالمشروط لفظا (جو عُرفاً معلوم ہے اسی کی طرح ہے جو لفظاً مشروط ہے۔ ت) وہ اجرت قرآن خوانی کی حد تک پہنچ گیا ہو۔ کھلانے والا جانتا ہو اُن کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے، یہ جانتے ہوں ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے، تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام۔ لا تشتروا بایٰتی ثمناً قلیلاً[2] (میری آیتوں کے بدلے حقیر مالِ دُنیا نہ لو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۷ از لکھنؤ محلہ فرنگی محل احاطہ حیدر جان طوائف، بردوگان ہیزم سوختنی مسئولہ زین العابدین ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع اعظم گڑھ کے قریب وجوار یہ رسم قدیم میت کے ایصالِ ثواب کے واسطے جاری تھی کہ روز شار میت چہلم تک قرآن خوانی کراتے تھے اور بعد اختتام میعاد قرآن خوانی کی اجرت بصورتِ نقد و پارچہ اور اشارے قرآن خوانی میں کھانا دیا کرتے تھے۔ اب چند لوگ دیوبند سے تعلیم پاکر اسی ضلع میں آئے ہیں اور رسم لوگوں کے طریقہ مستمر ایصالِ ثواب کو ممنوع و ناجائز کہتے اور فعل عبث قرار دیتے ہیں، پس علمائے اہلسنّت وجماعت سے استدعا ہے کہ طریقۂ مروجہ ایصالِ ثواب عند الشرع جائز و درست ہے

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲
مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

[2] القرآن ۲/۴۱

یا ممنوع، اور میّت کو ثواب قرآن خوانی و کھانا وغیرہ کا ملتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دیوبندی عقیدہ والوں کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں۔ اور فرمایا ہے: من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر[1] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اُن کی کوئی بات نہ سُنی جائے نہ اُن کی کسی بات پر عمل کیا جائے جب تک اپنے علماء سے تحقیق نہ کرلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[2] اُن سے دُور بھاگو اور انھیں اپنے سے دُور کریں، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اور اُن کا بتایا ہُوا کوئی مسئلہ اگر صحیح بھی نکلے تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ عالم ہیں، یا اُن کے اور مسائل بھی صحیح ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جس کی کوئی نہ کوئی بات صحیح نہ ہو۔ مثلاً یہود و نصارٰی کی یہ بات صحیح ہے کہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں، کیا اس سے یہودی اور نصرانی سچے ہوسکتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الکذوب قد یصدق[3] بڑا جھُوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ دیوبندی تو اموات مسلمین کو ثواب پہنچانے ہی سے جلتے ہیں۔ فاتحہ، سوم، دہم، چہلم سب کو حرام کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں جائز ہیں، میّت کو قرآن خوانی و طعام خورانی دونوں کا ثواب پہنچتا ہے۔ تیجے و چالیسویں وغیرہ کا تعیّن عرفی ہے جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا۔ ہاں قرآن خوانی پر اُجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے، پھر اُس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے۔ اب یہ اُجرت بلاشبہہ جائز ہے کہ اُس کے وقت کے مقابل ہے نہ کہ تلاوتِ قرآن کے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۸ تا ۲۵۰: از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ عبدالجبار صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف پڑھ کر یا زیارتِ قبور و ختم تہلیل کرکے جس میں ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے اُجرت لینا جو حرام ہے وہ قطعی حرام ہے یا نہ؟

(۲) بلاتعیین اُسی وقت اگر قاری کو کچھ دے دیا جائے وہ بھی حرام ہے یا نہ؟

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب فصل اول مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸

[3] مجمع بحار الانوار تحت لفظ صدق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۳۹

41
41

(۳) المعروف کالمشروط (جو معروف ہے وہ مشروط کی طرح ہے۔ ت) قاعدہ کلیہ ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) تلاوت وتہلیل میں اُجرت لینا ضرور حرام ہے اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی ہونے کا فرق نہیں، گناہ اگرچہ صغیرہ ہوں اُسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے۔

(۲) جبکہ عادات ورواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا، تو ضرور اُجرت میں داخل ہے فان المعروف کالمشروط (معروف مشروط کی طرح ہے۔ ت)۔

(۳) المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے مگر جب صراحۃً معروف کی نفی کر دے تو مشروط نہیں رہے گا، مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائے گا، یا وہ کہہ دے کہ میں لُوں گا کچھ نہیں، اس کے بعد پڑھے، پھر جو چاہیں دے دیں وُہ اُجرت میں داخل نہ ہوگا، لان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الخانیۃ وغیرھا (اس لیے کہ صریح کا درجہ دلالت سے اُوپر ہے جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۱ تا ۲۵۵ حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں عالمِ اہلسنت، ناصرِ ملت اس بارے میں کہ:

(۱) میّت کے تابوت کو لے کر دس قدم چلنا پھر جانب بدلنا، اسی طرح چاروں جانب چالیس قدم چلنا سنّت ہے یا نہیں؟

(۲) اور اگر قبرستان چالیس قدم سے کم ہو تو میّت کو ملا کر قبر کے چاروں طرف چالیس قدم گھومنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) نمازِ جنازہ پڑھ کر اور قبور کی زیارت کر کے خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جو شخص اس کو ناجائز سمجھ کر اعلان کر دے کہ میں اس کو ناجائز سمجھتا ہُوں کوئی صاحب اس کی اُجرت ہم کو ہرگز نہ دو، پھر اگر کوئی بطور ہدیہ دے تو لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) میّت کی رُوح پر ثواب رسانی کے لیے قرآن شریف ومیلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مستحب ہے (۲) جہالت وممنوع ہے (۳) ناجائز (۴) جائز ہے (۵) ناجائز ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶ از بنگالہ ضلع میمن سنگھ موضع مرزاپور مرسلہ منشی آدم غرّہ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

ماتقولون یا علماء الفحول فی ھذہ المسئلۃ کافی مات واراد ورثتہ ان یطعموا طعاما للمسلمین

اس مسئلہ میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں ایک کافر فوت ہُوا اب اس کے ورثہ مسلمانوں کو کھانا کھلانا چاہتے ہیں، تو

هل یجوز الاکل للمسلمین ام لا۔

مسلمانوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

لاینبغی لهم ان یجیبوا لانها ان کانت ضیافة فالضیافة فی الموت من النیاحة روی الامام احمد وابن ماجة بسند صحیح عن جریر بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة[1] وان کانت بزعمه صدقة مع انه لاصدقة من کافر ولا لکافر ففیه ازدراء بالمسلمین لانه یعد نفسه الخبیثة متفضلة علیهم بالتصدق وایاهم اٰکلی صدقته والید العلیا خیر من الید السفلی[2] ولاینبغی لید کافر ان تکون علیا بل الاسلام یعلو ولا یعلی هذا ما ظهر لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللّٰه تعالٰی۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

انھیں یہ دعوت نہ قبول کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ اگر ضیافت ہے تو موت میں ضیافت نیاحت سے ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے بسندِ صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی: ہم گروہ صحابہ میت کے پاس جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو نیاحت سے شمار کرتے تھے ـــــ اور اگر اس کے خیال میں صدقہ ہو ـــ جبکہ صدقہ کسی کافر سے اور کسی کافر کے لیے ہو ہی نہیں سکتا ـــــ تو اس میں مسلمانوں کی بے عزتی ہے اس لیے کہ وہ صدقہ کرکے اپنے نفس خبیث کو ان پر احسان کرنے والا اور انھیں صدقہ کھانے والا سمجھاجاتا ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہوتا ہے ـــــ اور کسی کافر کا ہاتھ اونچا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا ـــــ یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا، اور امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی درست ہوگا، اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۷ ازبریلی مسئولہ شیخ عبد العزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

اہلِ ہنود اگر فاتحہ دلوانا چاہیں تو دینی چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

فاتحہ ایصالِ ثواب ہے۔ کافر کی طرف سے یا کافر کے مال کا ثواب پہنچانا کیا معنی؟ کافر اصلاً اہلِ ثواب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل ازمسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۰۴
سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع الی اھل المیت الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۷

[2] کنز العمال حدیث ۲۴۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۹

مسئلہ ۲۵۸ از عثمان پور ڈاک خانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خاں صاحب ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر یا مشرک یا رافضی کو قرآن خوانی اور کسی ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرے تو اس کافر یا مشرک یا رافضی کو ثواب پہنچے گا یا نہیں ؟ اور ایصالِ ثواب کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب

کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک، جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرانِ ضروریاتِ دین ہیں، اُسے ہرگز کسی طرح کسی فعلِ خیر کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔ قال اللہ تعالٰی وما لھم فی الاٰخرۃ من خلاق[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔ ت) اور اُنھیں ایصالِ ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہِ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوصِ قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے، ہاں جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلیہ اُنھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں جبکہ اُن سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو، ورنہ انکم اذا مثلھم یہ بھی اُنھیں میں شمار ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۹ از منڈی ہلدوانی ضلع نینی تال مرسلہ حفیظ احمد مستری ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ہندو میّت کے ثواب کے لیے میلاد شریف کے واسطے کچھ روپیہ دے تو اس ہندو کے روپے سے میلاد شریف پڑھوانا کیسا ہے ؟

الجواب

ہندو سے روپیہ اس واسطے نہ لیا جائے۔ حدیث میں ہے: انی نھیت عن زبد المشرکین[2] (مجھے مشرکین کی جھاگ سے منع کیا گیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۲/ ۲۰۰

[2] سنن ابی داؤد باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۷۸